مدارس میں داخلہ کا معیار

مَعیاری اِنتخاب

منتظمینِ مدارِس، مہتمین اور اساتذہ کرام
کے لئے فکری اور عملی رہنمائی

- تفصیلی تعلیم کے لئے نبی کریم ﷺ کا طرزِ انتخاب.
- غیر معیاری داخلوں کے اسباب، نقصانات اور حل.
- طالب علم کی شخصیت، نفسیات اور رجحانات کا جائزہ.

ابو سھل معاذ بن ضیاء

بین الاقوامی فیکلٹی برائے تعلیمی و نفسیاتی علوم

مدارس میں داخلہ کا معیار

STANDARDIZED ADMISSION SELECTION

معیاری انتخاب

منتظمینِ مدارس، مہتمین اور اساتذہ کرام
کے لئے فکری اور عملی رہنمائی

ابو سہل معاذ بن ضیاء
بین الاقوامی فیکلٹی برائے تعلیمی اور نفسیاتی علوم

❖ کتاب کا نام: **معیاری انتخاب**

STANDARDIZED ADMISSION SELECTION

❖ مؤلف کا نام: ابو سہل معاذ بن ضیاء

❖ ادارہ: بین الاقوامی فیکلٹی برائے تعلیمی اور نفسیاتی علوم

❖ ایڈیشن: 01

❖ ای پبلش: 23-07-2025


بسم الله الرحمن الرحيم


صلى الله عليه وسلم

جس طرح نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری
سنتوں پر عمل کا اہتمام کیا جاتا ہے،
اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلوبِ
تعلیم و تربیت کو بھی اپنانا چاہیے۔

پیش لفظ

الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلله فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أما بعد:

اسلامی علوم و معارف کے فروغ اور دینِ حنیف کی حفاظت میں مدارسِ دینیہ کا کردار ہر دور میں بنیادی اور کلیدی رہا ہے۔ انہی مراکزِ علم سے وہ رجالِ کار تیار ہوتے ہیں جو دین کی ترویج و اشاعت، فکری راہنمائی، اور امتِ مسلمہ کی اصلاح کا بیڑہ اٹھاتے ہیں۔ تاہم، مدارس کے اس مبارک مقصد کی کامیابی کا ایک اہم اور ناگزیر عنصر وہ نظامِ داخلہ ہے جس کے ذریعے ان اداروں میں طلبہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اگر اس انتخاب کا معیار مضبوط، مربوط اور حکیمانہ نہ ہو، تو نہ صرف مدارس کے تعلیمی معیار پر اثر پڑتا ہے بلکہ فارغ التحصیل علماء کی فکری و عملی کیفیت بھی متاثر ہوتی ہے، جس کے اثرات پوری امت پر مرتب ہوتے ہیں۔

یہ کتاب اسی پسِ منظر میں مرتب کی گئی ہے تاکہ مدارسِ دینیہ کے منتظمین، اساتذہ کرام، اور دیگر متعلقین کے لیے ایک فکری و عملی راہنمائی فراہم کی جا سکے، جس کے ذریعے وہ اپنے اداروں میں داخلے کے معیار کو بہتر بنا کر مطلوبہ مقاصد کو زیادہ مؤثر طریقے سے حاصل کر سکیں۔ اس میں مدارس کے داخلہ نظام سے متعلق بنیادی اصولوں، شرعی دلائل، تاریخی نظائر، اور عملی حکمتِ عملیوں کو نہایت مدلل انداز میں پیش کیا گیا ہے، تاکہ مدارس میں صرف وہی طلبہ داخلہ حاصل

کریں جو دینی تعلیم کے حقیقی جوہر کو سمجھنے اوراس عظیم ذمہ داری کو بحسن وخوبی نبھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

یہ کتاب نہ صرف مدارس کے منتظمین کے لیےایک فکری رہنمائی فراہم کرتی ہے بلکہ اساتذہ کرام اور طلبہ کے سرپرستوں کے لیے بھی ایک دعوتِ فکر ہے کہ وہ مدارس کے نظامِ انتخاب کو محض ایک رسمی کارروائی نہ سمجھیں، بلکہ اسے ایک ایسا منظم، مستحکم اور دانشمندانہ عمل بنائیں جو امت کے مستقبل پر مثبت اثر ڈال سکے۔اس راہ میں اگر ہم تھوڑی سی محنت اور حکمتِ عملی سے کام لیں، تو مدارس کے اندرونی و بیرونی کئی مسائل از خود حل ہو سکتے ہیں،اور ایک ایسا مضبوط تعلیمی و تربیتی نظام تشکیل پاسکتا ہے جو امتِ مسلمہ کو درپیش فکری و عملی مسائل کا بہتر طور پر مقابلہ کرنے کے قابل ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو قبول فرمائے، مدارسِ دینیہ کے لیے نافع بنائے،اور ہمیں اپنے دین کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

والسلام

أبو سھل معاذ بن ضیاء

راولپنڈی، پاکستان

21-07-2025

بین الاقوامی فیکلٹی برائے تعلیمی اور نفسیاتی علوم

بین الاقوامی فیکلٹی برائے تعلیمی اور نفسیاتی علوم تعلیمی اور نفسیاتی علوم کا ادارہ ہے جو اسلامی تعلیمات کو جدید نفسیاتی اور تعلیمی اصولوں کے ساتھ مربوط کرنے کے لیے وقف ہے۔ ادارے کا مقصد طلبہ، اساتذہ کرام، اور عوام کو تعلیمی، نفسیاتی اور روحانی مسائل کے حل کے لئے راہنمائی فراہم کرنا ہے۔

ادارہ کے تحت مختلف شعبوں میں تربیتی اور آگاہی مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے، جن میں نفسیاتی مسائل، تعلیمی معیار کو بہتر بنانے اور عوامی آگاہی کے پروگرام شامل ہیں۔

ہماری خدمات اور منصوبے:

❖ معیاری انتخاب

اس نشست کا مقصد اسلامی مدارس میں طلبہ کی داخلہ پالیسیوں اور معیار کو بہتر بنانے کے لیے رہنمائی فراہم کرنا ہے۔

❖ آپ تکرار کیسے کریں

یہ پروگرام طلبہ کو مؤثر طریقے سے سبق اور معلومات دہرانے کے اصولوں پر مبنی ہے، جس میں یادداشت کو بہتر بنانے اور علم کو محفوظ رکھنے کے عملی طریقے سکھائے جاتے ہیں۔

❖ امتحانی نفسیات

اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے طرزِ تعلیم و تربیت سے رہنمائی لیتے ہوئے امتحانات کی تیاری سے متعلق نصابی، نفسیاتی، معاشرتی اور روحانی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

❖ علم نفسیات اور علمائے کرام کی ذمہ داریاں

اس پروگرام میں اسلامی نفسیات کی تاریخ وارتقاء، نبی کریم ﷺ بطور ماہر نفسیات، دور حاضر کے عام نفسیاتی مسائل اور علمائے کرام کی ذمہ داریوں کے بارے میں ھدایات پیش کی گئی ہیں۔

ہماری خدمات سے استفادہ کرنے اور تعلیم و نفسیات کے میدان میں ہمارے ساتھ منسلک رہنے کے لیے آپ کا خیر مقدم ہے۔ بین الاقوامی فیکلٹی برائے تعلیمی اور نفسیاتی علوم ہر اُس شخص کے لیے ایک پلیٹ فارم ہے جو اسلامی اقدار کے ساتھ علم، نفسیات اور روحانیت کی روشنی میں اپنی زندگی سنوارنا چاہتا ہے۔

ifepstudies@gmail.com

+92 331 5123 450

تین باتیں

1. زیرِ نظر مذاکرہ دراصل صوتی (آڈیو) صورت میں تھا، جسے بغیر کسی زیادہ رسمی تدوین یا کتابت کے تقاضے پورے کیے، تحریری قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ مطالعہ کے دوران اس اندازِ نقل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے چشمِ تغافل سے کام لیں۔

2. کتاب کا بیشتر مواد معتبر مراجع، متداول کتب، اور اکابر اہلِ علم کی تحریرات و تقریرات سے اخذ کیا گیا ہے۔ ان اقتباسات کو حتی الامکان اصل انداز اور اسلوب میں بغیر کسی قابلِ ذکر ردّ و بدل کے نقل کیا گیا ہے، تاکہ اصل معنویت اور علمی وزن قائم رہے۔ لہٰذا اس پہلو کو مطالعہ کے وقت پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

3. اس کتاب کا اصل مقصد ایک اہم تعلیمی مسئلے کی طرف توجہ دلانا ہے کہ ایسے طلبہ، جو فطری طور پر درسِ نظامی جیسے عالمانہ نصاب کی تعلیم کے لیے مطلوبہ ذہنی استعداد، صلاحیت یا علمی قوت سے محروم ہوں۔ خواہ وہ کمی، ذہنی یا حافظے کی کمزوری ہو یا کسی اور قدرتی وجہ سے ہو، انہیں اس علمی راہ پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ ضروریاتِ دین کی تعلیم کا انتظام کرنے کے ساتھ ان کی رہنمائی کسی متبادل مفید راہ کی طرف کردی جائے۔

اسی طرح، بعض ایسے طلبہ بھی ہوتے ہیں جو بظاہر صالح اور قابل معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس کتاب میں مذکور تربیتی مراحل، اصلاحی تدابیر اور تدریجی حکمتِ عملیوں کے باوجود نہ ان میں عالمانہ صفات پیدا ہوتی ہیں اور نہ ہی اخلاقی و روحانی خرابیاں دور ہوتی ہیں بلکہ بعض اَوقات ان کے شر سے اجتماعی ماحول پر بھی منفی اثرات پڑتے ہیں۔ ایسی صورت میں ذمہ دار معلمین کے لیے

مناسب یہی ہے کہ تدریجاً مذکورہ ھدایات پر عمل کرتے ہوئے ، ہمدردی کے ساتھ ان طلبہ سے معذرت کرلی جائے۔

نوٹ: خصوصاً تیسری بات چونکہ اپنی نوعیت میں قدرے تفصیل طلب ہے،اس لیے ممکن ہے کہ محض کسی ایک یادو مقامات کے جزوی مطالعے سے قاری کو مکمل مفہوم اور سیاق وسباق واضح نہ ہوسکے۔لہٰذا پُرزور گزارش ہے کہ کتاب کو مکمل طور پر آغاز تا اختتام پڑھا جائے،تاکہ مضامین کو ان کی مکمل وضاحت اور متعلقہ تناظر کے ساتھ سمجھا جاسکے۔

عناوین کا جائزہ

✓ کیا طالب علم کو مدرسہ سے نکالنا گویا اس کو ضائع کرنا ہے؟	71
✓ نیت اور مقصد میں کیا فرق ہے؟	72
✓ کیا اساتذہ کو کمزور طلبہ کی رعایت نہیں کرنی چاہیے؟	73

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

❖ مذاکرہ کا تعارف

یہ مذاکرہ مدارس دینیہ اور جامعات کے مہتممین، منتظمین، مدرسین اور طلبہ کرام کے خیر خواہ تمام علمائے کرام کے لئے منعقد کیا جارہا ہے تاکہ مدارس دینیہ میں طلبہ کرام کے داخلہ کا نظم معیاری بنایا جاسکے۔ مذاکرہ کے نکات کا استدلال احادیث نبویہ ﷺ، سیرت نبوی ﷺ، حضرات صحابہ رضی اللہ عنھم اور حضرات اکابرین رحمھم اللہ تعالی کے قول و عمل سے کیا گیا ہے۔ مذاکرہ کے آخر میں تمام تر مراجع اور مآخذ بھی بیان کئے گئے ہیں۔

❖ مذاکرہ کے اھداف

درس نظامی کی تعلیم کے لئے طلبہ کا اندراج، انتخاب اور داخلہ ایک خاص معیار کے مطابق کیا جائے تاکہ انبیائے کرام علیھم السلام کے تمام ورثاء، مقاصد نبوت کی ذمہ داری درجہ احسان سے ادا کرسکنے کے قابل ہوسکیں۔ نیز کسی بھی ایسے فرد کو منتخب کرنے سے مکمل اجتناب کیا جائے جس میں بظاھر وارث بننے کی قابلیت اور صلاحیت بعض قرائن سے طبعا مفقود ہونے کا علم ہو جائے۔

❖ مذاکرہ کا مقصد

دور حاضر میں مروجہ درس نظامی، فرض کفایہ کی قسم سے تعلق رکھتا ہے، جس کی تعلیم حاصل کرنا ہر کسی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ البتہ جو یہ تفصیلی علم حاصل کرلے، وہ نیابت انبیاء کی وجہ سے مقاصد نبوت کی ادائگی کا ذمہ دار ہے۔ لیکن کیا عمومی نتائج کے مطابق انبیاء کرام علیھم السلام کے ورثاء، اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے اور ان کو ادا کرنے میں کامیاب ہورہے ہیں؟؟؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانیت کو ھدایت ملنے یا نہ ملنے کا دارو مدار اللہ تعالیٰ کے علم اور فیصلے کے مطابق ہی ہوتا ہے جس کا تعلق صرف انبیاء علیھم السلام یا ان کے ورثاء کی محنت سے نہیں ہے، لیکن اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا بہر حال ایک ضروری درجہ کی بات ہے۔ اس ذمہ داری کے احساس اور ادائیگی

کے لئے مدارس اسلامیہ میں طلبہ کے انتخاب اور داخلوں کا معیاری ہونا بنیادی کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر فقط اس ایک معاملے کی اصلاح کر لی جائے تو مدارس، طلبہ علم اور علمائے کرام سے متعلق بعد کے بیسیوں مسائل، مفاسد اور پریشانیوں کا حقیقتا سد باب ہو جانا ممکن ہے جن میں ایک سب سے بڑا مسئلہ اس وقت علماء کے ذریعہ معاش کا بھی ہے۔

سوچیے اور جائزہ لیجیے

1. آپ اس کتاب کو کیوں پڑھ رہے ہیں؟
- ☐ ذاتی تربیت کے لیے
- ☐ ادارے کی اصلاح کے لیے
- ☐ صرف معلومات کے لیے
- ☐ دوسروں تک پہنچانے کے لیے

2. آپ کو اس کتاب سے کیا توقع ہے؟
- ☐ قابلِ عمل رہنمائی
- ☐ فکری وسعت
- ☐ تنقید بر نظام
- ☐ تعلیمی فلسفہ

3. اس کتاب کا موضوع آپ کے لیے ہے:
- ☐ بالکل ذاتی
- ☐ ادارہ جاتی اصلاح کے لیے
- ☐ صرف مشاہداتی
- ☐ علماء و طلبہ کو سنانے کے لیے

بحیثیت استاذ، مہتمم یا ناظم، آپ کتاب کے اہداف حاصل کرنے کے بارے میں کیا جذبات رکھتے ہیں؟

____

____

____

تین غلط فہمیاں

آج کے تعلیمی و دینی ماحول میں تین بڑی فکری غلط فہمیاں عام ہوتی جارہی ہیں، جن کی اصلاح نہایت ضروری ہے:

1. پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف قبولیت اصل ہے، قابلیت کی کوئی حیثیت نہیں؛

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ قبولیت بھی اللہ تعالی کسی قابلیت ہی کی بنیاد پر عطا فرماتے ہیں۔ جتنے انبیاء، رسل، صحابہ، ائمہ، اکابرین، اسلاف گزرے ہیں کیا وہ سب قابل نہیں تھے؟؟ اگر ایسی شخصیات کو غیر قابل کہا جائے گا تو اس کا مطلب سیدھا سیدھا یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں انتخاب کا معیار نعوذ باللہ انتہائی ناقص ہے؟؟ کہ کیا نبی اور رسول میں فی ذاتہ تو کوئی جوہر نہ تھا بس اللہ نے کرم کرکے قبول کرلیا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء، صحابہ، ائمہ، اور اولیاء کرام کو جن عظیم ذمہ داریوں کے لیے منتخب فرمایا، ان کے اندر حقیقی قابلیت، فہم، اور صلاحیتیں بھی اللہ تعالی ہی نے رکھیں تھیں، جنہیں پھر ربّ کریم نے اپنی قبولیت سے مزید نکھار دیا۔ اس لیے یہ تصور دینا کہ صرف نالائق لوگ ہی قبول ہوتے ہیں، طلبہ اور نوجوانوں میں غلط فہمی پیدا کرتا ہے۔

2. دوسری یہ کہ دین کا اصل کام ہمیشہ کمزور ذہن، کند فہم یا نالائق سمجھے جانے والے افراد سے لیا گیا ہے، نہ کہ ذہین و فطین لوگوں سے؛

یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے صرف نالائق یا کمزور افراد کو دین کے بڑے کاموں کے لیے چُن لیا اور ذہین و فطین افراد کو نظر انداز کر دیا، خود اللہ کے انتخاب پر اعتراض کے مترادف ہے۔ بعض حضرات جب یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ طالبِ علمی کے زمانے میں انتہائی نالائق تھے، لیکن بعد میں اللہ نے انہیں بلند مقام عطا فرمایا، مسند تدریس پر بیٹھتے ہی اساتذہ کی دعائیں لگ گئیں اور سب کچھ یاد آگیا۔۔۔۔ اس طرح کی باتوں سے بہت غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں۔۔۔ غالبا خطبات حکیم الامت کی کسی جلد میں حضرت کی اس بارے میں بہت مدلل گفتگو منقول ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات

کی بعد کی ترقی خالص محنت، اخلاص، اور صحیح طریقے سے کی گئی کوشش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس طرح کی باتوں کی اصل حکمت سمجھے بغیر نقل کرنا نقصان دہ ہوتا ہے۔ طلبہ میں محنت سے فرار، فکری مغالطے اور عمل سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔

یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ، کمزور طلبہ اگر مخلص اور مستقل مزاج ہوں تو وہ عام طور پر زیادہ محنت کرتے ہیں، جبکہ ذہین طلبہ بعض اُوقات محنت میں کوتاہی کرتے ہیں یا بعض اُوقات انا پرستی، ضد یا عجب میں مبتلی ہو کر اپنے محسنین اور اکابر پر اعتماد کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ کبھی، ان کی قابلیت ہی ان کے ڈوبنے کا سبب بن جاتی ہے۔ تاہم، یہ کوئی حتمی ضابطہ نہیں ہے، اصول یہی ہے کہ کامیابی بنیادی طور پر، اخلاص سے کی گئی محنت کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ (سورة النجم: 39)

مفہوم: انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔

وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ (سورة النجم: 40)

مفہوم: اور اس کی کوشش جلد ہی نظر آئے گی۔

تاریخ میں کئی عظیم شخصیات ایسی گزری ہیں جو تعلیمی میدان میں ناکامی کے باوجود انسانیت کے لیے بڑے کام کر گئیں، اور ان کی کامیابی کا راز ان کی مسلسل محنت اور مستقل مزاجی تھی۔ اسی طرح، ایسے بھی بہت سے ذہین افراد ہیں جو تعلیمی میدان میں اعلیٰ پوزیشنز لینے کے باوجود زندگی میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دائمی کامیابی کا انحصار صرف ذہانت پر نہیں بلکہ مسلسل محنت پر ہے۔ لہذا، کامیابی یا ناکامی کو ذہانت کے بجائے محنت سے منسلک کرنا ضروری ہے۔ چاہے محنت کوئی ذہین طالب علم کرے یا کوئی کند ذہن بشرطیکہ جس محل پر محنت کی جا رہی ہے وہ محل اس کی گئی محنت کے لئے موزوں بھی ہو۔

3. اور تیسری یہ کہ اگر کوئی طالب علم محنتی اور مخلص ہے تو بس وہ کامیاب ہے، خواہ وہ محنت جس مرضی رخ پر ہو، جس بھی انداز میں ہو، اور جس مرضی محل پر ہو، چاہے اس سے نتیجہ نکلے یا نہ نکلے۔

ہم اکثر کہتے ہیں: فلاں طالب علم بہت محنتی ہے اور بہت مخلص ہے۔ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی محنت کا رخ درست ہے یا نہیں، اس کا طریقۂ کار مؤثر ہے یا نہیں۔ بعض طلبہ انتہائی خلوص اور سخت محنت کے باوجود ناکام رہتے ہیں کیونکہ انہیں کوئی رہنمائی دینے والا نہیں ہوتا کہ جس کام پر وہ وقت اور توانائیاں صرف کر رہے ہیں، اس سے خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت اس کی روشن مثال ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی محض مطلق محنت پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ بامقصد، نتیجہ خیز اور حکمت بھری جد وجہد فرمائی۔ صلح حدیبیہ کے واقعے سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ نبی ﷺ نے جب مکہ میں داخل ہونے کی کوشش کو مؤثر نہ پایا تو حکمت سے اپنا راستہ بدلا اور ایک ہی رخ پر محنت کا اِصرار نہیں کیا، اور بالآخر وہی فیصلہ فتحِ مکہ کا سبب بنا۔ لہذا اگر ایک طالب علم میں درس نظامی کی کی واقعتا استعداد ہے ہی نہیں تو اب اس کے محنتی ہونے یا مخلص ہونے کا معیار کالعدم ہے اس لئے کہ مخلص اور محنتی کی بات تو تب ہو گی جب بنیادی شرط پوری ہو گی۔

سوچئے اور جائزہ لیجئے

1. میری نظر میں اصل اہمیت کس کی ہے؟

- ☐ قابلیت کی
- ☐ قبولیت کی
- ☐ دونوں کی
- ☐ حالات کی مناسبت سے

2. کیا میں داخلہ کے خواہشمند طلبہ میں صرف اخلاص دیکھ کر مطمئن ہو جاتا ہوں؟

- ☐ جی ہاں
- ☐ کبھی کبھی
- ☐ نہیں، معیار بھی دیکھتا ہوں
- ☐ یہ بات میرے ذہن میں نہیں آئی

3. اگر کوئی طالب علم مخلص ہو مگر بظاہر مطلوبہ درجہ کی استعداد نہ ہو، تو آپ کیا کریں گے؟

- ☐ داخلہ دے دیں گے
- ☐ داخلہ نہیں دیں گے
- ☐ مطلوبہ استعداد پیدا کرنے کی کوشش کریں گے
- ☐ دوسروں سے مشورہ کریں گے

اس باب کی روشنی میں آپ اپنے ادارے میں کیا عملی قدم اُٹھانا چاہیں گے؟

____

____

____

____

____

علم کی اقسام

❖ علم کی 2 اقسام ہیں

1۔ فرض عین [العلم اللازم]

2۔ فرض کفایہ [العلم المتعدی]

❖ مولانا اشرف علی تھانوی رَحْمَۃُاللّٰہ عَلَیہ کے فرامین تحفۃ العلماء میں منقول ہیں

- فرض عین کا مطلب یہ ہے کہ ہر ہر شخص اس کا مکلف ہے، جو شخص اس میں کوتاہی کرے گا وہ گناہ گار ہو گا۔
- دوسری مقدار یہ ہے کہ اپنی ضروریات سے تجاوز کر کے مجموعہ قوم کی ضرورتوں پر لحاظ کر کے، نیز دوسری قوموں کے شبہات سے اسلام کو جس مضرت کا اندیشہ ہے اس پر نظر کر کے معلومات دینیہ کا ایسا وافر ذخیرہ [مع اس کے متعلقات ولواحق اور آلات وخوادم کے] جو مذکورہ ضرورتوں کے لیے کافی ہو۔ یہ مقدار فرض علی الکفایہ ہے۔ یہ انتظام ضروری ہے کہ کافی تعداد میں ایک معتد بہ جماعت ایسی ہو جو ہر طرح علوم دینیہ میں کامل مکمل محقق و متبحر ہو اور عمر کا بڑا حصہ ان علوم کی تحصیل میں اور ساری عمر ، ان کی خدمت واشاعت میں صرف کرے اور اس کے سوا ان کا کوئی کام نہ ہو۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اسی جماعت کا تذکرہ ہے۔

وَلْتَكُنْ مِنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اور حدیثوں میں اصحاب صفہ کی یہی مثال ہے اور عام مسلمان اس جماعت سے تقریراً اور تحریراً اپنی ضروری دینی حاجتیں رفع کیا کریں۔

- خوب سمجھ لو کہ پورا عالم بننا تو فرض کفایہ ہے، فرض عین نہیں لیکن بقدر ضرورت دین کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ فرض کفایہ کا یہ حکم ہے کہ ہر مقام پر ایک ایسی جماعت قائم رہے جو ان ضرورتوں کو پورا کر سکے تو سب مسلمان گناہ سے بچے رہیں گے ورنہ سب گناہ میں شریک ہوں گے۔

- ہر مسلمان ہر وقت مسلمان ہونے کی حیثیت سے طالب علم ہے کیونکہ ایک درجہ طلب علم کا، ہر مسلمان پر فرض ہے اور وہ ضروریات کا علم ہے یعنی بقدر ضرورت عقائد کا اور احکام صلوۃ وصوم اور احکام معاملات ومعاشرت کا علم ہر مسلمان پر لازم ہے۔

سوچئے اور جائزہ لیجئے

1. درسِ نظامی کی تعلیم میرے نزدیک ہے:

☐ فرض عین

☐ فرض کفایہ

☐ نفل علم

☐ واضح نہیں

2. کیا آپ کے ادارے میں فرض کفایہ علم کے لئے بھی کوئی انتظام ہے؟

☐ مکمل

☐ جزوی

☐ بہت کم

☐ سوچا ہی نہیں

3. کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہر مسلمان درس نظامی کی تعلیم حاصل کرے؟

☐ جی ہاں

☐ نہیں، مزاج دیکھ کر فیصلہ ہو سکتا ہے

☐ سب کا ایک جیسا کورس نہیں ہونا چاہیے

☐ ادارہ اس پر توجہ نہیں دیتا

اس باب کی روشنی میں آپ اپنے ادارے میں کیا عملی قدم اُٹھانا چاہیں گے؟

___

___

___

___

___

نبی کریم ﷺ کا أسلوب انتخاب

یہ ایک انتہائی وسیع مضمون ہے جس کے تحت نبی کریم ﷺ کا طرز انتخاب اور اس مذاکرہ کی مناسبت سے آپ ﷺ کا اسلوب تعلیم بھی ذکر کیا جائے گا۔ اس بارے میں اقتباسات بہت زیادہ ہیں لیکن نمونہ کے طور پر صرف چند ایک ذکر کئے جائیں گے جو مشعل راہ کے لئے ان شاء اللہ تعالی کافی ثابت ہوں گے۔

❖ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ، کتاب: الرسول المعلم، میں لکھتے ہیں

- رعايتهﷺ الفروق الفردية في المتعلمين:

وكان صلى الله عليه وسلَّم شديد المراعاة للفروق الفردية بين المتعلمين من المخاطبين والسائلين، فكان يُخاطِبُ كل واحد بقدر فَهْمِه وبما يُلائِمُ منزلته، وكان يُحافظ على قلوب المبتدئين، فكان لا يُعلِّمُهم ما يُعلم المنتهين. وكان يجيب كل سائل عن سؤاله بما يَهُمُّه ويُناسب حاله .وروى البخاري في كتاب العلم (باب من خَصَّ بالعلم قوماً دون قوم كراهية أن لا يفهموا)، عن أنس بن مالك رضي الله عنه : «أن نبي الله صلى الله عليه وسلم - ومُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَديفه على الرَّحْلِ . قال يا مُعاذ، قال: لَبَّيْكَ رسول الله وسَعْدَيْكَ ، قال : يا مُعَاذُ ، قال : لَبَّيْكَ رسول الله وسَعْدَيكَ، قال : يا معاذ، قال : لبيك رسول الله وسعديك . قال: ما من عَبْد يَشْهَدُ أَنْ لا إله إلا الله، وأن محمداً عبده ورسوله، صِدْقاً من قلبه إلَّا حَرَّمه اللهُ على النار، قال: يا رسول الله ،أفلا أخبر به الناس فَيَسْتَبْشِرُوا ؟ قال:لا، إذا يَتَّكِلُوا۔

نبی کریم ﷺ سائلین اور متعلّمین کے انفرادی فرق کا خیال رکھتے تھے۔ ہر شخص سے اس کی سمجھ، حیثیت اور حالات کے مطابق بات کرتے۔ ابتدائی طالبعلموں کو وہ باتیں نہ سکھاتے جو اعلیٰ درجے والوں کو سکھاتے۔ ہر سائل کو اسی کے سوال کے مطابق جواب دیتے۔ بخاری کی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بعض اہم باتیں سب کو نہیں بتاتے تھے، جیسے معاذؓ کو جنت کی ضمانت والی بات انفرادی طور پر بتائی، تاکہ لوگ اس پر بھروسہ کرکے عمل چھوڑ نہ دیں۔

هذا مع ما عُرف عن النبي صلى الله عليه وسلم من الحض على الجهاد والهجرة والترغيب فيهما، ولكنه صلى الله عليه وسلم لاحظ حال هذا السائل بخصوصه، فرأى بر الوالدين أهم وأفضل في حقه من الجهاد .

نبی کریم ﷺ عام طور پر جہاد اور ہجرت کی بہت ترغیب دیتے تھے، لیکن جب ایک خاص صحابی نے سوال کیا اور نبی کریم ﷺ نے ان کی حالت دیکھی، تو آپ ﷺ نے اُن کے لیے والدین کی خدمت کو جہاد سے بھی افضل قرار دیا۔ یعنی، آپ ﷺ ہر فرد کے حالات کے مطابق ترجیحات متعین فرماتے تھے۔

واختلاف أجوبة النبي صلى الله عليه وسلم لاختلاف أحوال السائلين وظروفهم وقُدْرَاتِهم باب واسع له أمثلة كثيرة في كتب السنة المطهرة .

نبی کریم ﷺ کے جوابات میں فرق ہونا، سائلین کے حالات، ضروریات اور صلاحیتوں کے فرق کی وجہ سے ہوتا تھا۔ یہ ایک وسیع موضوع ہے جس کی بے شمار مثالیں کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

ومن ذلك وصايا النبي صلى الله عليه وسلم المختلفة لأناس طلبوا منه الوصية، فأوصى كل واحد بغير ما أوصى به الآخر، ووجه من ذلك يرجع إلى اختلاف أحوال الذين سألوه الوصية۔

آپ ﷺ کا مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کو مختلف نصیحتیں فرمانا بھی اسی باب سے تعلق رکھتا ہے۔

وروى البخاري ومسلم ، عن أبي هريرة رضي الله عنه : أن أعرابياً جاء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال : يا رسول الله ، دُلَّني على عَمَلٍ إذا عَمِلته دخلت الجنة، قال : تعبُدُ الله لا تُشرك به شيئاً، وتقيم الصلاة المكتوبة، وتؤدي الزكاة المفروضة، وتصوم رمضان، قال : والذي نفسي بيده لا أزيد على هذا شيئاً أبداً

ولا أنقص منه .فلما وَلَّى قال النبي صلى الله عليه وسلَّم : مَنْ سَرَّه أَن يَنظُرَ إلى رجل من أهل الجنة فلينظر إلى هذا۔

ایک دیہات سے تشریف لائے صحابیؓ نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے ایسا عمل بتائیں جسے کر کے میں جنت میں چلا جاؤں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، فرض نماز پڑھو، فرض زکوٰۃ دو، اور رمضان کے روزے رکھو۔ دیہاتی صحابیؓ نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں نہ اس میں اضافہ کروں گا اور نہ کمی۔ جب وہ واپس گئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے، وہ اِس شخص کو دیکھ لے۔ یہ حضرت صحابی رضی اللہ عنہ ایک دیہات سے سفر کر کے تشریف لائے، آپ ﷺ نے صرف بنیادی اُمور کی تعلیم پر اکتفاء فرمایا۔

وروى الترمذي، واللفظ له، وابن ماجه عن عبد الله بن بُسْرٍ : أن رجلاً قال : يا رسول الله، إن شرائع الإسلام قد كثرت علي، فأخبرني بشيء أَتَشَبَّتُ به ، قال : لا يَزَالُ لسانك رطباً من ذكر الله .

ایک صحابیؓ نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ اسلام کے احکام میرے لیے بہت زیادہ ہو گئے ہیں، کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں مضبوطی سے تھامے رکھوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے۔ یعنی، ذکرِ الٰہی کو مستقل معمول بنا لو۔ یہاں بھی آپ ﷺ نے صحابی رضی اللہ عنہ کے حالات کے مطابق جواب عنایت فرمایا۔

وروى مسلم والترمذي وابن ماجه عن سفيان بن عبد الله الثقفي ، قال : قلت يا رسول الله ، قُلْ لي في الإسلام قولاً لا أسأل عنه أحداً بعدك ، قال : قُلْ : آمنتُ بالله فاستقم.

سفیان بن عبداللہؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات بتائیں جس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ نہ پوچھنا پڑے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کہو: میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر ثابت قدم رہو۔

ومن هذا القبيل أيضاً أجوبة النبي صلى الله عليه وسلم المختلفة حول أفضل الأعمال أو أحب الأعمال إلى الله تعالى، فقد أجاب كل سائل بما رآه في حقه أو في حين سؤاله أفضل وأهم نظراً إلى حاجاته وظروفه۔

نبی کریم ﷺ سے جب مختلف صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر یا پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ہر ایک کو اُن کی حالت، وقت، اور ضرورت کے لحاظ سے مختلف جواب دیا۔ یعنی ہر سائل کو اُس کے لیے سب سے اہم اور موزوں عمل بتایا۔

- اتخاذه ﷺ الكتابة وسيلة في التعليم والتبليغ ونحوهما :

ومن أساليبه صلى الله عليه وسلم أيضاً التعليم عن طريق الكتابة، وقد كان لرسول الله صلَّى الله عليه وسلَّم كُتَابٌ أكثر من خمسَةَ عَشَر كاتباً، يكتبون عنه القرآن، وكُتَّاب آخرون خصهم بكتابة رسائله إلى الآفاق والملوك لتبليغهم الإسلام ودعوتهم إليه، وكتاب آخرون خصهم بكتابة أمور أخرى۔

آپ ﷺ کے 15 سے زائد صحابہ رضی اللہ عنھم ایسے تھے جو کتابت وحی اور دیگر لکھائی کے اُمور انجام دیتے تھے۔ بعض کو نبی ﷺ نے قرآن کریم، بعض کو خطوط، اور بعض کو دیگر لکھائی کے کاموں کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

- ومن الذين كانوا يكتبون القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بين يديه : الخلفاء الأربعة : أبو بكر، وعمر، وعثمان، وعلي، ومنهم زيد بن ثابت، وأبي بن كعب، والزبير بن العوام، وخالد بن سعيد، وأخوه أبان بن سعيد بن العاص،

وحنظلة بن الربيع، ومعاوية بن أبي سفيان، وغيرهم رضي الله عنهم، كانوا إذا نزل الوحي بالقرآن على رسول الله صلى الله عليه وسلم ، دعاهم فكتبوه تلقياً من فم النبي صلى الله عليه وسلم۔

- أمره بعض الصحابة بتعلم اللغة السريانية:

روى البخاري ، والترمذي، واللفظ له، عن خارجة بن زيد بن ثابت، عن أبيه زيد بن ثابت قال : «أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أتعلم له كلمات من كتاب يَهُودَ، وقال: إني واللَّهِ مَا آمَنُ يَهُودَ على كتابي قال : فما مَرَّ بي نصف شهر حتى تَعَلَّمتُه له، قال : فلما تعلمته كان إذا كتب إلى يهود كتبت إليهم، وإذا كتبوا إليه قرأت له كتابهم۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سریانی زبان سیکھنے کے لئے خصوصی انتخاب فرمایا تھا۔

❖ کتاب: نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم، میں لکھا ہے

- تعلیم قرآن میں چار صحابہ رضی اللہ عنھم کی امتیازی حیثیت کا بیان:

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : استقرؤوا القرآن من أربعة، من عبد الله بن مسعود فبدأ به، وسالم، مولى أبي حذيفة، وأبي بن كعب، ومعاذ بن جبل

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے تعلیم قرآن کریم کے لیے چار صحابہ رضی اللہ عنھم کا بطور خاص ذکر فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ان حضرات کی تخصیص کا سبب بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

وَتَخْصِيصُ هَؤُلَاءِ الْأَرْبَعَةِ بِأَخْذِ الْقُرْآنِ عَنْهُمْ إِمَّا لِأَنَّهُمْ كَانُوا أَكْثَرَ ضَبطًا لَهُ ، وَأَتْقَنَ لِأَدَائِهِ ، أَوْلِأَنَّهُمْ تَفَرَّغُوا لاخذِهِ عَنْهُ مُشَافَهَة، وَتَصَدّوا لِآدَائِهِ مِنْ بَعْدِهِ ، فَلِذَلِكَ نَدَبَ إِلَى الْأَخْذِ عَنْهُمْ.

- ان چار حضرات سے قرآن کریم سیکھنے کا خصوصیت سے ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ یا تو وہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنھم سے زیادہ ضبط قرآن والے اور زیادہ عمدہ ادائیگی والے تھے، یا اس لیے کہ انہوں نے اپنے آپ کو آپ ﷺ سے براہ راست قرآن کریم سیکھنے اور اس کے بعد اس کی تعلیم دینے کی خاطر فارغ کر رکھا تھا۔
- نئے طلبہ سے ان کے بارے میں پوچھنا: آنحضرت ﷺ نئے آنے والے اجنبی شاگردوں سے پوچھا کرتے کہ وہ کون ہیں؟ اسی قسم کے واقعات میں سے ایک واقعہ امام بخاری اور امام مسلم رحمھما اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

إِنَّ وَفدَ عَبْدِ القَيْسِ لَمَّا أَتَوا النَّبِيّ ﷺ قَالَ : " مَنِ الْقَوْمُ أَوْ مَنِ الْوَفدُ ؟ " قَالُوا : " رَبِيعَةُ ". .قَالَ : " مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى...... الحديث.

امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے:

فِي هَذَا مِنَ الْفِقْهِ أَنْ يُنْزَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مَنْزِلَتَهُ ، لِأَنَّ سُوَالَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا كَانَ لِأَجل هَذَا الْمَعْنَى ، لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَدْ نَصَّ عَلَى ذَلِكَ فِي غَيْرِ هَذَا الْحَدِيثِ حَيْثُ قَالَ : أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُم ، فَإِذَا لَمْ يَعْرِفِ الإِنْسَانُ الْقَادِمَ عَلَيْهِ ، لَمْ يَتَاتَ لَهُ أَنْ يُنْزِلَهُ مَنْزِلَتَهُ.

اس میں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق معاملہ کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اسی مقصد کی غرض سے دریافت فرمایا۔ ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: لوگوں کے ساتھ ان کی حیثیت کے مطابق معاملہ کرو۔ زیر

بحث حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے فرمان کی عملی صورت پیش فرمائی۔ کیونکہ اگر انسان آنے والے کو جانتا ہی نہ ہو تو اس کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق معاملہ کس طرح کرے گا؟

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کی شرح میں تحریر کیا ہے:

فِيهِ أَنَّهُ يَجب أَنْ يُخَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمٌ فِيهِمُ الضَّبْطُ وَصِحَّةُ الفهم ۔

اس [حدیث] سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ضروری ہے کہ اہل ضبط اور صحیح فہم والوں ہی کو علم کے لیے مخصوص کیا جائے۔

❖ کتاب: تحفۃ المدارس میں لکھا ہے

- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اہتمام فتن اور خصوصی علم:

حضرت حذیفہ مشہور صحابہ میں سے ہیں۔ صاحب السر ان کا لقب ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے قیامت تک جتنے فتنے آنے والے ہیں سب کو نمبر وار بتایا تھا۔ کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو آدمیوں کے بقدر لوگ شریک ہوں حضور ﷺ نے نہیں چھوڑا بلکہ اس فتنہ کا حال اور اس کے مقتدا کا حال مع اس کے نام کے نیز اس کی ماں کا نام اس کے باپ کا نام اس کے قبیلہ کا نام صاف صاف بتادیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ حضور ﷺ سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں برائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا تاکہ اس سے بچا جائے۔

❖ ملاحظہ

ان تمام دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک اہم بات یہ بھی ملحوظ ہونی چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کا معیار انتخاب مثلاً کسی کو کاتب منتخب کرنا، کسی کو دیگر زبانوں کے سیکھنے کا حکم فرمانا، کسی کو صرف مختصر فرائض اور عبادات سے متعلق تعلیم دینا، اور کسی کو لمبے عرصے تک تفصیلی علوم کی تعلیم دینا، ایک

اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ اس کی بنیاد آپ ﷺ کی حکمت عملی پر تھی۔ اس کو اتفاقی معاملہ سمجھنا نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ نیز جیسے نبی کریم ﷺ کی ظاہری سنتوں کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح آپ ﷺ کے اسالیب تعلیم و تربیت کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔

سوچیے اور جائزہ لیجیے

1. آپ کے ادارے میں طلبہ کے انفرادی رجحانات کا کتنا خیال رکھا جاتا ہے؟

- ☐ بہت زیادہ
- ☐ کسی حد تک
- ☐ بالکل نہیں
- ☐ کبھی کوشش کی، پھر چھوڑ دیا

2. کیا آپ نئے آنے والے طلبہ سے ان کا تعارف اور ان کی رہنمائی کا کوئی مستقل نظام رکھتے ہیں؟

- ☐ جی ہاں
- ☐ کبھی کبھی
- ☐ ضرورت محسوس نہیں کی
- ☐ نہیں، مگر ارادہ ہے

3. آپ کے ادارے میں داخلہ کے خواہشمند طلبہ کی پہچان کے لیے کون سا طریقہ موجود ہے؟

- ☐ ابتدائی جائزہ فارم
- ☐ مشاہداتی ریکارڈ
- ☐ اساتذہ کی رائے
- ☐ کوئی طریقہ نہیں

اس باب کی روشنی میں آپ اپنے ادارے میں کیا عملی قدم اُٹھانا چاہیں گے؟

تحصیل علم کے لئے مطلوبہ صفات

اس عنوان کے بارے میں پہلے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ فرض عین کی قسم کیونکہ سب کیلئے ضروری ہے لہذا یہاں صرف فرض کفایہ سے متعلق مطلوبہ صفات پر گفتگو ہو گی۔ فرض کفایہ کیلئے کیف ما اتفق کسی بھی شخص کو بغیر کسی جانچ پڑتال، جائزہ، معیار اور تحقیق و تنقیح کے منتخب کر کے داخلہ دے دینا بالکل بھی مناسب نہیں ہے۔ بلکہ ایسا کرنا ہمارے حضرات اکابرین رحمھم اللہ تعالی کے فرامین کے مطابق انتہائی خیانت، عدم ذمہ داری کا مظاھرہ ہے جو کہ تقوی کے بھی خلاف ہے۔اس کی وجہ یہ کہ فرض کفایہ علوم کے لئے انتخاب کا مطلب، ان علوم کو حاصل کرنے والے طلبہ کا پوری امت کی طرف سے نائب ہونا ہے، جو تمام امت کی طرف سے ان علوم کو حاصل کرنے کی ذمہ داری ادا کریں گے۔ گویا یہ معاملہ صرف حقوق اللہ سے متعلق نہیں بلکہ حقوق الناس سے بھی متعلق ہے جس سے معاملہ کی حساسیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ نیز یہ کہ مندرجہ ذیل صفات ہی دراصل انتخاب کا درست معیار بھی ہیں۔ لہذا ان کو ملحوظ رکھا جائے۔

❖ تحصیل علم کے لئے مطلوبہ صفات

مندرجہ ذیل صفات براہ راست حضرات اکابرین رحمھم اللہ تعالی کی عبارات سے نقل کی گئی ہیں۔

اخلاق درست ہوں	اپنی بات منوانے کی ضد نہ ہو	داڑھی نہ کاٹتا ہو	محنت اور جهد کرے
طبیعت میں سلامتی ہو	بد ذوق نہ ہو	اہلیت اور استعداد ہو	تصحیح نیت اور تصحیح مقصد کرے
حب جاہ نہ ہو	حرص و طمع نہ ہو	یکسوئی/فراغت ہو	عزم و فکر بلند ہو
	ادارے کے ضوابط کا پابند ہو	تصدیق نامہ موجود ہو	

❖ مطلوبہ صفات کے بارے میں حضرات ائمہ و اسلاف رحمہم اللہ تعالی کے فرامین

❖ مفتی عبدالرووف سکھروی مدظلہ العالی، کتاب: آداب طالب علم، میں لکھتے ہیں:

- جس شخص کے اخلاق خراب ہوں اوّل اس کے اخلاق کی اصلاح کا اہتمام کیا جائے۔ بات بات پر اس کو ٹوکا جائے۔ اگر اصلاح کی امید نہ رہے تو مدرسہ سے علیحدہ کیا جائے۔
- اسی طرح جس طالب علم کی طبیعت میں کجی معلوم ہو، سلامتی سے محروم ہو، اس کو بھی پورا نصاب نہ پڑھایا جائے کیونکہ تکمیلِ نصاب کے بعد وہ خود بھی اور دوسرے لوگ بھی اس کو عالم اور مقتدا سمجھیں گے اور ایسا شخص مقتدا ہو کر جو کچھ ستم ڈھائے گا ظاہر ہے۔ میری رائے میں ایسے لوگوں کے لئے ایک مختصر نصاب جو ضروری مسائل واحکام کے لئے کافی ہو، پڑھا کر کہہ دیا جائے کہ جاؤ دنیا کا کوئی کام سیکھو اور کماؤ کھاؤ۔
- پہلے اکابر علماء جس میں حب جاہ کا مرض دیکھتے تھے اس کو اپنے حلقہ درس سے نکال دیتے تھے۔
- جس شخص کو اپنی بات کی پچ [ضد] کرنے کا مرض ہو وہ ہر گز پڑھنے کے قابل نہیں۔ اگر اس کے اس مرض کا علاج نہ کیا گیا اور اس طرح سر آنکھوں پر بٹھالیا گیا تو اس میں ہمیشہ کے لئے یہ عادت پختہ ہو جائے گی کہ جو بات اس کے منہ سے نکلے گی اس کی پچ کیا کرے، حق ناحق کی ذرا پروا نہ کرے گا۔ اس کا دین پر جو اثر پڑے گا وہ ظاہر ہے۔ میں ایسے شخص کو مدرسہ میں رکھنا نہیں چاہتا جس سے دوسروں کو ایذاء پہنچے۔
- مولوی ہونے یعنی مقتدا بننے کے لئے کچھ شرطیں ہیں جن میں سے بڑی شرط یہ ہے کہ اس شخص میں حق پرستی ہو نفس پرستی نہ ہو، طمع اور لالچ اس میں نہ ہو کہ اپنی طمع کی وجہ سے مسئلہ کو بدل دے، اس لئے میں اہلِ مدارس کو رائے دیتا ہوں کہ وہ اپنی ضابطہ پری اور کارروائی دکھلانے کے لئے

لوگوں کو داخل نہ کریں۔ کثرت و قلت تعداد طلبہ کی بھی پروانہ کیا کریں کہ جس شخص کی حالت مقتدایت کے مناسب نہ دیکھیں اس کو فورا مدرسہ سے خارج کردیں کیونکہ ہم بہت سوں کو مولوی بنانا جائز نہیں سمجھتے۔

- سخت افسوس یہ ہے کہ بعضے طالب علم عربی پڑھنے والے بھی اس (شرع کے خلاف داڑھی رکھنے اور کٹانے منڈانے کی) بلا میں مبتلا ہیں۔ ان لوگوں پر سب سے زیادہ وبال پڑتا ہے۔ اول تو اوروں سے زیادہ واقف پھر اوروں کو نصیحت کریں مسئلے بتائیں خود بے عمل ہوں۔

❖ کتاب: تحفۃ العلماء میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرامین:

- حدیث میں آیا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذا وسد الامر الي غير اهله فانتظر الساعة کہ جب دینی خدمت نالائقوں اور نااہلوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرنا چاہیے۔ آج کل یہی حالت ہے کہ نااہل کے ذمہ کام سپرد کرتے ہیں۔
- علم ہر ایک کے لیے نافع نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اس پر نظر کرتے ہیں کہ کس شخص کے واسطے علم مضر ہو گا جس کو مضر معلوم ہوتا ہو اس کو درسیات سے محروم رکھتے ہیں۔ زبانی تعلیم بقدر فرض عین اس کے لیے تجویز کرتے ہیں۔
- سلف صالحین انتخاب کر کے پڑھاتے تھے ہر کس و ناکس کو علم دین، مقتدائیت (پیشوائی کے درجہ) تک نہ سکھلاتے تھے اور عجب نہیں کہ ایسے لوگوں کی وجہ سے ان کے پڑھانے والوں سے بھی باز پرس ہو جبکہ ان کو قرائن سے معلوم ہو کہ یہ ایسے ہونگے۔
- حضرات سلف صالحین کا انتخاب حسب نسب سے نہیں ہوتا تھا بلکہ ملکات سے ہوتا تھا یعنی جس شخص میں ملکات فاضلہ دیکھتے تھے ان کو علم دین کی تعلیم کامل دیتے تھے۔ اور جس شخص میں ملکات رذیلہ (بری خصلتیں، حرص، بدکاری، وغیرہ) دیکھتے تھے۔ اس کو بقدر ضرورت سکھلا کر دوسرے کام

میں مشغول ہونے کی رائے دیتے تھے اگرچہ پہلا کسی ادنی اور معمولی گھرانے کا ہو اور دوسرا کسی عالی خاندان کا، انساب کو نہ دیکھتے اخلاق کو دیکھتے۔

- پہلے زمانہ میں جو رسم تھی کہ ہر ایک شخص کو مقتدا اور عالم بننے کی اجازت نہیں تھی اس میں بڑی مصلحت تھی مگر اس میں اتنی کمی تھی کہ انتخاب غلط تھا، خاص خاص قوموں کا انتخاب کر رکھا تھا کہ ان ہی کو علم دین پڑھنے کی اجازت تھی۔ البتہ انتخاب کا معیار یہ ہونا چاہیے کہ اساتذہ طلبہ کے زمانہ تحصیل میں اس کا اندازہ کیا کریں کہ کسی شخص میں حرص دنیا کی غالب ہے اور کسی شخص میں نہیں ہے۔ جس میں حرص دنیا کی غالب دیکھیں اس کو رخصت کریں اور مدرسہ سے خارج کریں اور جس میں حب دنیا نہ ہو اس کو مقتدائے دین بنائیں۔
- اب دیکھئے ! کہ تحصیل علم میں تمہاری کیا نیت ہوتی ہے ایسے بہت کم ہیں کہ جن کی نیت یہ ہو کہ غیر مرضیات حق (یعنی حق تعالیٰ کی ناراضگیوں) سے بچیں اور خدا تعالی اس سے خوش ہو گا۔ جب علم میں اخلاص نہیں تو عمل میں کہاں سے آئے۔ اول علم میں اخلاص پیدا کرنا ضروری ہے اول تو اس کی کوشش کرنی چاہیے کہ پہلے ہی سے علم حاصل کرنے کی نیت خالص ہو اور اگر کسی کی نیت خالص نہ ہو تو اس کو چھوڑنا ہرگز نہیں چاہئے امید ہے کہ کبھی اخلاص حاصل ہو جائے گا۔
- مدرسوں کو چاہیے کہ ہر طالب علم کو پورا عربی پڑھانا ضروری نہ سمجھیں جس کے اندر مناسبت دیکھیں اور فہم سلیم پائیں اس کو سب کتابیں پڑھا دیں اور جس کو مناسبت نہ ہو یا فہم سلیم نہ ہو اس کو بقدر ضرورت مسائل پڑھا کر کہہ دیں کہ جاؤ دنیا کے دھندے میں لگو، تجارت و حرفت کرو کیونکہ ہر شخص مقتدا بننے کے لائق نہیں ہوتا۔ بعضے نالائق بھی ہوتے ہیں ایسوں کو فارغ التحصیل بنا کر مقتدا بنا دینا خیانت ہے۔ آج کل مدرسین اس کا بالکل خیال نہیں کرتے جتنے طلبہ ان کے مدرسہ میں داخل ہوتے ہیں کیا سب کو علم سے پوری مناسبت ہوتی ہے؟ سب کی فہم سلیم ہوتی ہے ہرگز نہیں۔

پھر کیا وجہ ہے کہ وہ طلبہ کا انتخاب نہیں کرتے۔

- ایسے لوگوں کے لیے ایک مقدار معین کر لینا چاہیے کہ اس سے آگے ان کو نہ پڑھایا جائے اور وہ مقدار ایسی ہو جو دین کے ضروری ضروری مسائل جاننے کے لیے کافی ہو۔
- تحفۃ العلماء میں لکھا ہے کہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے، علماء میں اب رازی و غزالی پیدا نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت انتخاب کا قاعدہ یہ تھا کہ قوم میں جو سب سے ذہین اور ذکی ہو وہ علوم دین کے لیے منتخب ہوتا تھا اور اب انتخاب کا قاعدہ یہ ہے کہ جو سب سے زیادہ احمق اور غبی ہو وہ اس کے لیے تجویز ہوتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اب بھی جو ذہین و ذکی پڑھتے ہیں وہ غزالی اور رازی سے کم نہیں ہوتے۔ میرے ساتھ چلو اور علماء کی حالت دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ اس وقت بھی غزالی اور رازی جیسے موجود ہیں اور ہر زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں لیکن عدد میں کم ضرور ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو لوگ قابل ہیں وہ ادھر متوجہ نہیں ہوتے۔

❖ کتاب: تحفۃ المدارس میں منقول حکیم الاسلام قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ کے فرامین:

- اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان مدارس میں آنے والے بلند فکر کم ہیں زیادہ تر وہ ہیں جن کی فکر کی حالتیں پست ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ روٹیاں ادھر بھی ملتی ہیں، آٹھ نو برس یہاں کچھ مل جائے گا، وہ جو ان کی پست فکری ہے وہ علم کو بھی پست بنا دیتی ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں بتلاؤں کہ اس علم کی ذلت کا کون سا وقت ہوگا؟ عرض کیا گیا، فرمائیے کہ جب اراذل الناس اس کو حاصل کرنے لگیں جو خود پست ہیں اور پست فکر ہیں، وہ جب عمل کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کی پستی علم میں نمایاں ہوگی اور علم بھی پست نظر آئے گا۔ ورنہ بلند فکر اور اونچے طبقہ کے لوگ اگر علم حاصل کریں تو وہ آج بھی وہ کام کریں گے جو پچھلے کرتے ہیں۔
- سوال۔ حضرت! تیسرا سوال یہ تھا کہ محسوس یہ کیا جا رہا ہے کہ جو طلباء مدارس سے فارغ ہوتے ہیں

ان میں کام کرنے کا وہ جذبہ نہیں جو پہلے موجود ہوتا تھا، باطل سے ٹکرانے، خود اعتمادی اور خود آگے بڑھ کر کام کرنے کی جو صلاحیت تھی وہ اب نظر نہیں آتی اس کی کیا وجوہات ہیں؟

- جواب۔اول تو یہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے

الناس کابل مائة لا تکاد تجد فیھا راحلة

سو اونٹوں کی ایک جماعت ہے لیکن سواری کے قابل ایک بھی نکلتا ہے؟ تو ان پچاس ہزار طلباء میں یہ تو نا ممکن ہے کہ کوئی جوہر قابل نہ ہو لیکن سو میں سے ایک آدھ نکلے گا تو وہ نہ ہونے کے برابر دکھائی دے گا۔ تو اب بھی ایسے نکلتے ہیں جو اپنی استعداد پر کام کرتے ہیں، لیکن ہمارے سامنے چونکہ وہ ننانوے ہیں جو پانچ بن کر پھوہڑ رہتے ہیں تو ان کی قدرو منزلت بھی جاتی رہتی ہے۔ کرنے والے ہیں، اگر نہیں ہیں تو اس وقت دین کا یہ کام کیسے چل رہا ہے، لوگ کام کر رہے ہیں اور اس میں نوجوان بھی کرنے والے ہیں، مگر بہت کم ہیں گنے چنے۔ زیادہ تر اس کی بناء یہ ہے کہ معاشی حالات ایسے کمزور ہو چکے ہیں کہ طالب علم کو پڑھنے کے زمانے میں فکر یہ ہے کہ جلدی سے پڑھوں تا کہ گھر کا بندوبست کر سکوں باپ ضعیف ہو گیا ماں کا انتقال ہو گیا فلاں گزر گیا چار پیسے کماؤں تو بچوں کو کھلاؤں، فکر تو یہ رہتی ہے تو وہ ترقی کہاں سے کرے؟ اکثر و بیشتر اسی میں مبتلا ہیں۔(خطبات حکیم الاسلام ج 11)

❖ کتاب: مجالس ابرار میں منقول مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ کے فرامین

- جو طالب علم اصول کی پابندی نہ کرے فوراً اس کا اخراج کرے جس طرح درخت میں جو شاخ خراب ہوتی ہے اس کو فوراکاٹ دیتے ہیں۔

❖ وفاق المدارس العربیۃ پاکستان کی طے شدہ ھدایات

مستفاد از مدارس کے لئے نظام تعلیم وتربیت [حضرت مولانا قاری حنیف جالندھری دامت برکاتھم]

اور وفاق المدارس کی ساٹھ سالہ تاریخ [مولانا ابن الحسن عباسی رحمہ اللہ تعالی]

- تمام مدارس ملحقہ وفاق میں داخلہ اوراخراج بذریعہ تصدیق نامہ (سر ٹیفکیٹ) ہوگا۔ توضیح: یعنی اگر کوئی طالب علم ایک ملحقہ مدرسہ کو چھوڑ کر دوسرے ملحقہ مدرسہ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے مدرسہ کو درخواست دے کہ میں فلاں وجوہ کی بناپر مدرسہ چھوڑنا چاہتا ہوں، مجھے تصدیق نامہ (سر ٹیفکیٹ) اور مدرسہ چھوڑنے کی اجازت دے دی جائے، مہتممین کو چاہیے کہ اختتام سال پر یعنی سالانہ امتحان کے بعد تصدیق نامہ دے دیں لیکن اگر وسط سال میں یعنی تعلیم شروع ہونے کے بعد مدرسہ چھوڑنا چاہے تو اس سے مدرسہ چھوڑنے کی وجوہ دریافت کریں اور اس کا تحریری بیان لے کر تصدیق نامہ کے ساتھ منسلک کر دیں، نیز دیانت داری کے ساتھ اپنی رائے بھی منسلک کر دیں، دوسرے مدرسہ والے جس میں طالب علم داخل ہونا چاہتا ہے، اگر آغاز سال میں داخل ہوتا ہے تو جس درجہ کا وہ امتحان پاس کر کے آیا ہے بغیر امتحان داخلہ لیے اگلے درجہ میں داخل کر سکتے ہیں، بشرطیکہ طالب علم کی استعداد پر ناظم امتحان داخلہ کو اطمینان ہو، ورنہ داخلہ کا امتحان لے سکتے ہیں اور اگر طالب علم وسط سال میں آتا ہے اور سابق مدرسہ چھوڑنے کے وجوہ معقول ہیں اور تعلیم کے تسلسل میں انقطاع نہیں واقع ہوا تو بغیر امتحان داخلہ اسی درجہ میں داخل کر سکتے ہیں جس میں وہ پہلے پڑھ رہا تھا لیکن اگر وجوہ کچھ معقول نہیں یا تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے تو داخلہ امتحان لے، جس درجہ کا وہ اہل ہو، اس میں داخل کریں، بشرطیکہ اس کی اخلاقی حالت پر مطمئن ہو۔ غرض نہ کتابیں ناقص اور سال کی تعلیم ادھوری ہونی چاہیے اور نہ کسی بداخلاق اور بد کردار طالب علم کو داخل کرنا چاہیے۔ اگر کسی ایسے مدرسہ سے آتا ہے جو وفاق سے ملحق نہیں اور تصدیق نامہ کا اس میں رواج نہیں تو بہر صورت امتحان داخلہ لے کر اور حتی الامکان عملی اور اخلاقی حالت سے مطمئن ہو کر داخل کریں۔

- درس نظامی کے ہر درجہ میں داخلہ بذریعہ امتحان ہو گا اور اس طالب علم کو داخل کیا جائے گا جو اردو، فارسی یا عربی میں سے کسی ایک زبان میں امتحان دے سکتا ہو اور خود لکھ سکتا ہو اور جو طالب علم پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہو مگر لکھنا نہ جانتا ہو تو مدرسہ کو اگر اطمینان ہو جائے کہ وہ سال پورا ہونے تک اس قابل ہو جائے گا کہ عربی، اردو یا فارسی میں کما حقہ اظہار مافی الضمیر (بصورت تحریر) کر سکے تو نصاب کے مقرر کردہ درجات میں (وہ جس درجہ کے قابل ہو) اس کو داخلہ مل جائے گا۔
- توضیح: بد قسمتی سے مدارس عربیہ کے موجودہ طلبہ عموماً صرف پڑھنے ہی سے سروکار رکھتے ہیں، لکھنے سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور اس کی وجہ صرف یہ کہ "میزان" سے لے کر بخاری شریف تک مدرسہ ان سے پڑھنے ہی پڑھنے کے لیے کہتا ہے، لکھنے کو کبھی کہتا ہی نہیں۔ بہت تیر مارا تو سال میں تین مرتبہ ان سے تحریری امتحان لے لیا۔ اس لیے وفاق نے روز اول سے ہی اس عیب کے ازالہ کی یہ تدبیر کی ہے کہ امتحان داخلہ میں ہی قدرت تحریر کی شرط لگا دی۔ مدارس کے ناظمین امتحان داخلہ کا فرض ہے کہ وہ تمام درجوں کے امتحان داخلہ میں تقریر کے ساتھ تحریر کا بھی امتحان ضرور لیں، اس کے بغیر ہرگز کسی طالب علم کو داخل نہ کریں، نہ ہی اس بارے میں ذرہ برابر تسامح یا تغافل سے کام لیں، اور جو طلبہ عجز تحریر یا بد خطی کے مرض میں مبتلا ہوں ان کے لیے اسباق تجویز کرنے سے پہلے مشق تحریر اور خوشخطی سکھانے کے لیے بھی ٹائم ٹیبل میں مستقل وقت اور مستقل انتظام کریں اور اعلان کر دیں کہ سہ ماہی ششماہی اور سالانہ امتحانات تحریری ہوں گے اور جو طالب علم بصورت تحریر اظہار مافی الضمیر پر قادر نہ ہو گا یا اس قدر بد خط ہو کہ اس کی تحریر کو پڑھنے کے لیے اس کو بلانا پڑے تو اس کی امداد اس وقت تک کے لیے بند کر دی جائے گی جب تک وہ اس عیب کا ازالہ نہ کرے گا۔

- اگر کسی درجہ میں ایک بھی ناقص الاستعداد طالب علم داخل ہو گیا تو وہ ہمیشہ درد سری کا باعث بنے گا۔ ناظم امتحان داخلہ جدید طلبہ کے داخلہ کے وقت صرف ان کی علمی استعداد اور اہلیت درجہ ہی کو نہ دیکھیں بلکہ سابقہ زندگی سے متعلق مختلف سوالات اور گفتگو کے ذریعے اس بات کا بھی پتہ چلائیں کہ اس کا مقصد تحصیل علم ہے یا وقت گزاری اور ذریعہ معاش پیدا کرنا، اس لیے کہ بدقسمتی سے اس زمانہ میں بعض لوگوں نے طالب علمی کو بھی ایک پیشہ بنالیا ہے، خصوصاً بڑے شہروں اور ایسے مدرسوں میں جہاں گراں قدر وظائف ملتے ہیں یا قیام وطعام کے انتظامات بہتر اور آسائش طلبہ کا انتظام زیادہ ہے یا طالب علمی کے نام سے شہر میں مختلف مالی وسائل آسانی سے میسر آتے ہیں۔ بسا اوقات طالب علم گھر سے بھاگ کر یا کوئی جرم کر کے دور دراز شہروں کے مدارس میں داخل ہو کر طالب علمی کے پردہ میں روپوشی اختیار کرنا چاہتا ہے، اسی طرح بعض فاسد العقیدہ گمراہ فرقہ کے افراد اپنے مسلک اور عقائد کو چھپا کر کسی مشہور مستند مدرسہ سے سند فراغ حاصل کرنے کی غرض سے داخل ہوتے اور پڑھتے ہیں۔ طالب علم کی صورت و شکل، اوضاع واطوار اور لباس وغیرہ بھی اس کے اخلاق واعمال اور نیت وارادہ کی غمازی کرتے ہیں، لہذا ناظم امتحان داخلہ کو ان تمام امور کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، اس لیے کہ کسی بدعقیدہ، بداطوار، بدکردار اور پیشہ ور طالب علم کا وجود مدرسہ اور اساتذہ کے لیے یقیناً باعث ننگ وعار ہے اور داخل کر لینے کے بعد نکالنا بہت دشوار ہوتا ہے۔
- شرائط داخلہ اور قواعد وضوابط مدرسہ کی خلاف ورزی کی آخری سزا حد اخراج ہو سکتی ہے۔ توضیح: وفاق اور اس سے ملحقہ مدارس کے تمام تر قواعد وضوابط کی پابندی کو لازمی قرار دینے کا مقصد طلبہ کے عیوب اور نقائص کا ازالہ اور بے راہ روی کی اصلاح ہے، اور یہ مدرسہ میں رکھ کر ہی ممکن ہے نہ کہ نکال کر، ایسی صورت میں اخراج صرف اس طالب علم کا کیا جائے جس کا ضرر متعدی ہو اور اس

کی صحبت سے دوسرے طلبہ کے بگڑنے کا اندیشہ ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو نقائص و عیوب کے ازالہ اور اصلاح کے لیے اخراج کے علاوہ دوسرے طریقوں سے کام لینا چاہیے، مگر جملہ عقوبات محدود اور موقت ہونی چاہئیں اور مصلحانہ انداز میں نہ کہ معاندانہ انداز میں کہ یہ مصلحین کی شان سے بعید ہے۔ مخرج طلبہ عموماً سرٹیفکیٹ نہیں لیتے، ایسی صورت میں وفاق کو اطلاع دینا ضروری ہے، تاکہ کوئی بھی ملحقہ مدرسہ ایسے طلبہ کو داخل نہ کرے۔ اس سے اخراج کی اہمیت اور خوف و اندیشہ بھی بہت بڑھ جاتا ہے، اس لیے اس معاملہ میں تساہل و تغافل ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے اور ایسے طلبہ کے نام، ولدیت سکونت اور ضروری تفصیلات سے کم از کم دفتر وفاق کو ضرور آگاہ کر دینا چاہیے۔ مگر اس میں جرم اور اخراج کی ضرور تصریح کر دینی چاہیے تاکہ دوسرے مدرسہ والے واقف ہو جائیں۔

- جدید طلبہ/طالبات کے لیے نظام الاوقات میں جو دن تحصیل فارم کے لیے مقرر ہیں، ان میں نئے اُمیدواروں کو داخلہ فارم دیا جائے۔ فارم داخلہ دینے سے قبل یہ اطمینان کرنا ضروری ہے کہ طالب علم/طالبہ مطلوبہ درجہ کے لیے اہل ہے، غیر اہل کو فارم نہ دیا جائے۔

❖ بعض شرائط اہلیت

- امیدوار کی وضع قطع سنت مطہرہ کے مطابق ہونی چاہیے، ورنہ داخلہ فارم نہ دیا جائے یا مشروط طور پر دیا جائے۔

❖ تحریری امتحان

- جدید طلبہ و طالبات کی صلاحیت پرکھنے اور ان میں معیار معلوم کرنے کے لیے تحریری امتحان لیا جائے۔

❖ تقریری امتحان:

- طالب علم کی تحریری صلاحیت جانچنے کے ساتھ ساتھ اس کا تقریری امتحان بھی لیا جائے۔ تقریری امتحان، جائزے والے دن جائزے سے قبل لیا جائے۔ تقریری امتحان میں سب سے اہم ناظرہ قرآن کریم کا امتحان ہے کہ طالب علم/طالبہ صحیح ناظرہ قرآن کریم پڑھنے پر قادر ہے یا نہیں؟

اگر قادر ہے تو ٹھیک، ورنہ ناظرہ کمزور ہونے کی صورت میں اسے مشروط داخلہ دیا جائے کہ وہ یہ عہد کرے کہ مثلاً چار یا پانچ ماہ میں ناظرہ درست کرے گا۔ بہتر یہ ہو گا کہ اس کے لیے مدرسہ میں انتظام ہو، ورنہ طالب علم سے کہہ دیا جائے کہ وہ خود اپنے لیے انتظام کرے۔ اولی کا امیدوار اگر ناظرہ میں کمزور ہو تو اس کے ساتھ زیادہ سختی نہیں کرنی چاہیے، لیکن اوپر کے درجات بالخصوص عالیہ اور عالمیہ کے اُمیدوار کے، کہ وہ اس سلسلے میں زیادہ سختی کے مستحق ہیں۔ ناظرہ کے علاوہ پچھلے درجے کی کتابوں میں عبارت، ترجمہ اور مقصد کے بارے میں مختصر سوالات کیے جائیں اور اطمینان کے بعد جائزہ کے لیے بھیجا جائے۔

❖ جائزہ

- جائزہ میں طالب علم کی نفسیات، ذہنیت اور اس کے رجحانات معلوم کرنا ضروری ہے۔ کچھ شفوی طور پر سوالات کے ذریعے اور کچھ تحریری طور پر، جس کے لیے ایک مختصر سوالنامہ تیار کیا جائے۔

❖ حاصل باب

- بہر حال امتحان داخلہ کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ مدرسہ میں ایسے طلبہ کو داخلہ مل سکے جو مدرسہ کے ماحول سے مناسبت اور اس درجہ میں داخلہ کی اہلیت رکھتے ہوں۔ درج بالا نظام داخلہ اسی غرض سے مرتب کیا گیا ہے، بعض اوقات آنے والے کا مقصد دینی تعلیم کا حصول نہیں ہوتا، محض وقت گذاری یا مدرسہ کے قیام وطعام کی سہولتوں سے استفادہ ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو مدرسہ میں

داخلہ ہر گز نہیں ملنا چاہیے، اسی طرح داخلہ میں استعداد اور درجہ کا بھی لحاظ ضروری ہے، کم استعداد والے کو اگلے درجہ میں داخلہ نہیں ملنا چاہیے۔ یہ ساری ہدایات اور اصول و ضوابط، اسی مقصد کے لیے مرتب کیے گئے ہیں!

❖ فرامین حضرت مولانا شمس الحق رحمۃ اللہ علیہ از رموز تدریس و تربیت:

- شان علوم نبوت انکساری سے تواضع سے محنت، جفاکشی سے اور دنیاوی مشکلات جھیلنے سے آتا ہے۔ اکابر فرماتے ہیں: وارث مورث کی ہر ہر چیز میں شریک ہوتا ہے۔ ہم اپنے آپ کو نبی کے کلام کا وارث قرار دیتے ہیں لیکن نبی علیہ السلام نے علوم کو دنیا میں پھیلانے کیلئے دعوت کیلئے جو مجاہدات اختیار کئے وہ کرتے نہیں۔ آج طالب علم جہاں آرام و عیش زیادہ ہو خواہ اسباق کمزور ہوں وہاں داخلہ کا خواہشمند ہے۔

- ### تعلیمی انحطاط کے اسباب

انحطاط کے دو سبب ہیں ایک سبب تو یہی کہ نصب العین اور علم کا مقصد بدل گیا۔ پہلے کچھ اور مقصد تھا آج کچھ اور ہے جب مقصد کا ربدل جائے تو انداز سعی بھی بدل جاتا ہے۔ دوسرا سبب انحطاط کا یہ ہے جسکی وجہ سے علوم و استعداد میں بہت بڑا نقصان آیا کہ ہمارے درس نظامی کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس کا اردو میں ترجمہ نہ ہوا ہو۔ میزان سے لیکر دورہ حدیث تک سب کا اردو میں ترجمہ ہے۔ اس نے بنیادیں ہلا دی ہیں۔ طالب علم کہتا ہے کہ میں بھی اردو شرح دیکھ لوں گا۔ میں معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ اساتذہ میں بھی یہ بات آگئی ہے کہ اردو کے تراجم و شروح دیکھتے ہیں۔ اس نے کم محنت اور ترک محنت کا عادی بنا دیا۔ عربی کی استعداد ختم ہو گئی۔ ہم نے جو دور دیکھا ہے آج دل اسکو یاد کر کے روتا ہے۔ اردو کی شروح و کتب کا تو رواج ہی نہ تھا۔ نہ کسی درسی کتاب کا ترجمہ دیکھا جاتا تھا۔ طلباء کو پابند بنایا جاتا تھا کہ حاشیہ سے کتاب حل کریں۔ تو اس لئے آپ

کو سب سے پہلے طلبہ کی بنیادی استعداد کے لئے یہ کوشش کرنی ہے کہ ان میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ نفس کتاب کو بغیر کسی اردو شرح و حاشیہ کے سمجھیں۔

❖ فرامین حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر رحمۃ اللہ علیہ

- آپ سب علماء ہیں اور عالمات ہیں اس لئے یہ آپ کے سامنے کوئی نئی چیز نہیں ہوگی، جس کو آپ نہیں جانتے، بلکہ یہ مذاکرہ ہے۔ جیسے طلبہ بیٹھ کے تکرار کرتے ہیں، مذاکرہ کرتے ہیں، تو یہ بھی اہل علم کا مذاکرہ ہے، ہم ایک دوسرے کو وہ چیزیں یاد دلاتے ہیں جو ہمیں کرنی چاہئیں، جن کے کرنے سے بعض دفعہ ہم غافل ہوتے ہیں، یا جان بوجھ کر توجہ نہیں دیتے، تو اصل مقصود یہی ہے کہ ہم اس مذاکرے کے ذریعہ اپنے اندر نشاط پیدا کریں، اپنی ہمتوں کو بڑھائیں اور جس کام میں ہم لگے ہوئے ہیں اسے اور اچھے انداز میں ہم کر سکیں۔
- سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اپنے مقام کو پہچانیں، آپ کا مقام کیا ہے، یہ اتنا اونچا مقام ہے کہ جس کے مقابلے میں دنیا کے بڑے سے بڑے منصب ہیچ ہیں، اس سے بڑھ کر ایک عالم کی سعادت کیا ہوگی کہ آپ علیہ السلام فرما رہے ہیں:

العلماء ورثة الانبیاء

❖ فرامین حضرت مولانا عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ:

- تعلیم کا معاملہ ہے ہی ایسا، میں نہیں سمجھتا کہ کسی کے پاس بھی کوئی ایسا نسخہ ہوگا کہ ایک دم رات دن میں بدل جائے اور سیاہ سفید ہو جائے۔ ایسا انقلابی نسخہ تعلیم کے میدان میں دستیاب نہیں، معجزات اور کرامات کے درجہ میں بھی خال خال کوئی صورت ہو تو ہو، عام طور پر تو یہ دنیا دارالاسباب ہے اور تعلیم کے میدان میں تو خاص طور پر جہد مسلسل کی متقاضی ہے تو اس لئے کوئی ایسا نسخہ یا کوئی ایسی راہ عمل یا ایسی ترکیب و تدبیر جس کے نتیجہ میں ایک دم انقلاب آ جائے اس کی توقع میں سمجھتا ہوں

خوش فہمی ہے تعلیم کا کام لوہے کے چنے چبانا ہے، محنت کرنا ہے مسلسل تگ و دو میں مشغول رہنا ہے۔ مقصد کا استحضار اور اپنے طرز عمل کا محاسبہ کرنا ہے۔

- یہ فکر یہ جستجو، یہ طلب، یہ جذبہ اور یہ احساس، اگر اُجاگر ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ راستہ کھل جاتا ہے، لیکن اگر اس درجہ کی بات نہیں ہوتی تو گویا کہ بس رواروی کا سا کام ہے ایک رسمی انداز ہے۔ مدرسے آئے دن بنتے رہتے ہیں طلبہ کا بھی اللہ کے فضل و کرم سے اچھا خاصا رجوع ہے۔ نصاب بھی موجود ہے۔ امتحانات کا بھی نظم ہے۔ سالانہ سات، آٹھ، نو ہزار علماء فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ بارہ، تیرہ، چودہ ہزار طالبات فارغ التحصیل ہوتی ہیں ایک سلسلہ ہے جو رواں دواں ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر طرف ظلمت ہے، تاریکی ہے اور کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ اتنی بڑی فوج ہر سال ان مدارس سے نکلتی ہے لیکن اس کے کچھ اثرات و ثمرات نظر نہیں آتے۔ یہ ہم سب کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

❖ فرامین حضرت مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ

- عربی مدارس کے وہ بلند مقاصد جن کو ہم نے اپنے پہلے مضمون میں اختصار سے بیان کیا ہے، اور جن کو اس سے زائد اختصار کے ساتھ دو لفظوں میں نیابت انبیاء سے ادا کیا جا سکتا ہے۔
- مدارس عربیہ کے طلبہ میں افسردگی اور بے کیفی کا اصل سبب:

عربی مدارس کے طلبہ کے متعلق عام شکایت ہے کہ ان میں غیر معمولی افسردگی ہے، ایک خاص بے کیفی نظر آتی ہے، اس کا جواب مختلف طریقوں پر دیا جاتا ہے، کبھی خاص ماحول، طریق رہائش اور نصاب و طرز تعلیم کی خشکی کا عذر کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض معترضین اس جواب سے مطمئن ہو جاتے ہوں، اور ممکن ہے کہ اس افسردگی میں ان چیزوں کو بھی دخل ہو، لیکن ہمارے نزدیک اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ان طلبہ کے سامنے کوئی متعین اور واضح پروگرام، کوئی صاف اور

روشن راستہ، کوئی پُر امید اور حوصلہ افزا مستقبل اور کوئی بلند نصب العین نہیں، وہ نظر اٹھاتے ہیں تو ان کو سامنے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے، نصب العین میں سخت ابہام اور شک اور ارادوں میں شدید تذبذب ہے۔

❖ ملاحظہ

- منتظمین و مدرسین کا فرض ہے کہ مختلف جائزوں سے ادراک کرنے کی کوشش کریں کہ اگر محنت سے ان امیدواروں میں مطلوبہ صفات کی کوشش کی جائے تو کیا طالب علم معیار پر پورا آئے گا یا نہیں، اگر ممکن معلوم ہوتا ہو تو داخلہ دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن ذیل میں درج کی گئی حکمت عملی کے باوجود صفات حاصل نہیں ہورہیں تو تشکیل ہی حل ہے۔ یہ ہرگز ضروری نہیں کہ یہ صفات ہر آنے والے طالب علم میں ابتدائی طور پر موجود ہوں لیکن فرض کفایہ علم کے لئے ایک فرد کو منتخب کر لینے کے بعد یہ ضروری ہے کہ تدریجا مندرجہ ذیل صفات اس میں ظاہر ہونے لگیں اور اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص مطلوبہ صفات کا حامل نہیں ہوسکے گا تو زیادہ تاخیر کئے بغیر تشکیل کر دی جائے۔ تشکیل کا مطلب کسی دوسرے ادارہ میں بھیجنا نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ علم کی قسم سے نکال کر فرض عین کی قسم میں تبادلہ ہے۔اور اگر پہلے ہی سے فرض عین علم کی مطلوبہ مقدار حاصل کر چکا ہو تو ضروریات دین ودنیا کے دیگر مختلف شعبوں میں تشکیل کی جائے اور مستقل اصلاح کے لئے دعوت و تبلیغ، خانقاہ کی ترغیب بھی دے دی جائے اور کسی نیک متقی پیر و مرشد کے ہاتھ پر بیعت کی بھی تلقین کی جائے۔
- کسی طالب علم میں ان صفات کی جانچ پڑتال واقعتاً ایک مشکل معاملہ ہے، جس کی صلاحیت ہر ایک مدرس میں ہونا ضروری نہیں ہے۔ لیکن باہمی مشورہ سے منتظمین بعض ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے سکتے ہیں جو مذکورہ ذمہ داری انجام دیں۔ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ جیسے امیدوار طلبہ

کا جائزہ لینا اور ان میں قابلیت واہلیت دیکھنا ضروری ہے، اسی طرح اس بات کا بھی لحاظ کیا جائے کہ کسی غلط فہمی، کم عقلی یا اجتہادی خطا کی بنیاد پر، قابل اور اہل طالب علم کو غیر اہل اور غیر مقبول نہ سمجھ لیا جائے۔ کیونکہ کسی شخص کی قابلیت اور صلاحیتوں کا ادراک کرنا مشکل اُمور میں سے ہے اور قابلیتیں اور صلاحیتیں بھی مختلف صورتوں کی ہوتی ہیں البتہ فرض کفایہ علم کے حصول سے متعلق پہلے ذکر کی گئی مطلوبہ اہلیتوں کا ہونا اپنی جگہ مسلم بھی ہے اور لازم بھی ۔ اللہ تعالی کی مدد، تقوی، اذکار، دعائیں، سوچ وبچار، استخارہ، مشورہ اور دیگر اعمال کے ذریعے سے اپنے فیصلے کو معیاری بنانا ضروری ہے۔ اگر فیصلہ کر لینے کے بعد بھی کسی قرینہ سے فیصلہ میں غلطی کا اندیشہ ہو تو رجوع کرنے اور طالب علم کو تعلیم جاری رکھنے کے لئے دوبارہ قبول کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

- جس امیدوار کی تشکیل کسی فاسد سبب مثلا رذائل، کبائر وغیرہ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ طبعا عدم اہلیت و استعداد یا فہم کی کمزوری کی وجہ سے ہو، ایسے امیدوار کو تشکیل کے وقت احساس کمتری میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے ۔ اسے حوصلہ، ہمت اور نیا جذبہ دیا جائے۔ اسے ہر گز محسوس نہ ہو کہ وہ ضعیف الفہم، غبی، غریب یا کسی طبعی کمزوری میں مبتلا ہے۔ جس کا اس کے اپنے پاس بھی علاج نہیں ہے، بلکہ تشکیل کے وقت ایسوں کو نئی راہیں دکھانا، درست سمت کی راہنمائی کرنا اور مطابق میدان کا راستہ دکھانا ضروری ہے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے اولین تلامذہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنھم کی تربیت اور تعلیم میں ہمیشہ سب کے حوصلے بلند رکھے ہیں، کیونکہ ایسے افراد کو اللہ تعالی نے واقعتاً کسی اور میدان کے لئے ہی پیدا کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔

رَوَى التِّرْمِذِي في «الشمائل» عن سيدنا علي رضي الله عنه في وَصْفِهِ لمجلس رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: كان يُعطي كلَّ جُلَسَائِه بنصيبه ، لا يَحْسَبُ جَلِيسُه أَنَّ أَحداً أكرَمُ عليه منه .

وكان صلى الله عليه وسلَّم أَتَمَّ ما يكون تَوَاضُعاً للمتعلم والسائل المستفيد والضعيف الفهم .

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی مجلس ایسی ہوتی تھی کہ ہر بیٹھنے والا سمجھتا تھا کہ نبی ﷺ مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، یعنی آپ ﷺ سب کو ان کا خاص حصہ دیتے تھے۔ آپ ﷺ سیکھنے والوں، سوال کرنے والوں اور کمزور فہم رکھنے والوں کے لیے بے حد متواضع (انتہائی عاجزی والے) ہوتے تھے۔

❖ طالب علم کی تشکیل سے پہلے بعض حکمت عملیاں:

1. دعائیں۔
2. اکرام۔
3. اعمال۔
4. تنبیہ اور ترغیب [حسب حال، کیفیت اور ضرورت]
5. مشورہ اور استخارہ
6. دیگر۔۔۔۔۔
7. درست سمت اور میدان کی رہنمائی۔

اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ مطلوبہ صفات پیدا نہیں ہوں گی تو تشکیل کر دی جائے اور زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔

سوچیۓ اور جائزہ لیجیۓ

1. کیا آپ کے ادارے میں طلبہ کی اصلاح کے لیے انضباطی تدابیر موجود ہیں؟

- ☐ جی ہاں، تحریری ضوابط
- ☐ زبانی تاکیدات
- ☐ کوئی منظم طریقہ نہیں
- ☐ کبھی غور نہیں کیا

2. اگر طالب علم یقینی طور پر درس نظامی کیلئے مطلوبہ صلاحیت نہ رکھتا ہو، تو ایک منتظم کے لیے ضروری ہے؟

- ☐ اس کو کسی دوسرے ادارے میں بھیج دیا جائے
- ☐ اس کو نظر انداز کریں
- ☐ اس کے اخلاص کو سراہتے ہوئے مناسب میدان کی طرف تشکیل کی جائے
- ☐ باقی طلبہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کروائیں
- ☐ اس کو واضح الفاظ میں ناکام قرار دیں

3. کسی طالب علم کی تشکیل کرتے وقت اس کے اندر کس جذبے کو بیدار رکھنا ضروری ہے؟

- ☐ احساسِ کمتری
- ☐ غصہ اور انتقام
- ☐ احساسِ شرافت اور مقصدِ حیات
- ☐ ادارے سے نفرت

اس باب کی روشنی میں آپ اپنے ادارے میں کیا عملی قدم اُٹھانا چاہیں گے؟

____

____

____

____

____

4. اگر بعد میں معلوم ہو کہ تشکیل کا فیصلہ غلط تھا تو کیا رویہ ہونا چاہیے؟

- ☐ اپنی ضد پر قائم رہنا
- ☐ اعترافِ غلطی کرتے ہوئے رجوع کرنا
- ☐ ادارے کی عزت بچانے کے لیے طالب علم کو نہ بلانا
- ☐ طالب علم کو کہیں اور بھیج دینا

5. اگر ادارے میں تشکیل کا فیصلہ صرف ایک فرد کرے تو کس خطرے کا اندیشہ ہے؟

- ☐ بہتر نظم
- ☐ یکطرفہ فیصلہ یا فہم کی غلطی
- ☐ زیادہ انصاف
- ☐ کم وقت میں اچھا فیصلہ

6. نبی کریم ﷺ کا اسلوب ہمیں کیا سکھاتا ہے؟

- ☐ طالب علموں کو ان کی غلطیوں پر ڈانٹنا
- ☐ ہر طالب علم کو اس کے مزاج کے مطابق عزت دینا
- ☐ صرف ذہین طلبہ سے محبت کرنا
- ☐ ناکام لوگوں کو نظر انداز کرنا

ناقص الاستعداد، مسلسل کام چور یا متعدی شر پھیلانے والے طالب علم کے ساتھ کیسا سلوک ہونا چاہیے؟

غیر معیاری داخلے
اسباب و نتائج

❖ حضرات اکابرین رحمہم اللہ تعالی کی نظر میں غیر معیاری داخلوں کے اسباب، نقصانات اور حل:

- علماء کی جماعت میں اگرچہ سب ایسے نہیں ہیں لیکن ان کے لیے کسی ایک کا ایسا ہونا بھی موجب شکایت ہے کیونکہ تباہی ان ہی تک محدود (منحصر) نہیں رہتی بلکہ اس ایک کو دیکھ کر دوسرے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ علماء کی جماعت میں اگر ایک شخص بھی لاابالی (بد عمل بے پروا) ہوتا ہے تو اس کا اثر سب پر پہنچتا ہے اور یہ اثر دو طرح ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اس کو دیکھ کر دوسرے عوام بد عملی پر جرات کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ سب علماء سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور اس طرح سے علماء پر اعتراض کی نوبت آتی ہے اور پھر اعتراض سے بدزبانی تک نوبت آجاتی ہے۔ اس میں اگرچہ اکثر عوام غلط ہیں، لیکن زیادہ تر اس کا سبب ہم ہیں اور وہ اعتراضات مخالفین کے نہیں ہوتے کہ ان کو حسد یا بغض پر محمول کر لیا جائے یا یہ کہا جائے کہ اعتراضات تو انبیاء پر بھی ہوتے ہیں پھر ہم کو اعتراضات کی کیوں پروا ہو؟ کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام پر اعتراضات کفار کی طرف سے ہوئے تھے اور علماء پر ان کے موافقین جو ان کا دم بھرتے ہیں اعتراض کرتے ہیں یہ بہت بڑا عیب ہے کہ اپنے لوگ اعتراض کرنے پر مجبور ہوں۔ اس سے عوام الناس پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے یعنی ان کو کہنے کی گنجائش ملتی ہے کہ علماء ایسے ہوتے ہیں۔ اگر خلوص تقویٰ نہ اختیار کیا جائے تو اسی مصلحت سے اختیار کر لیا جائے کہ اس سے عوام بگڑیں گے ورنہ ایسے لوگ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ کے مصداق کہے جاسکتے ہیں کیونکہ روکنا جس طرح مباشرہ ہوتا ہے کہ ہاتھ سے روکے تو اس طرح تسبب بھی ایک قسم کا روکنا ہے اس کو بھی صد عن سبیل اللہ کہا جائے گا کیونکہ سبب معصیت بھی معصیت ہوتا ہے اور اسی معصیت کے ساتھ اس کا بھی شمار ہوتا ہے۔

- موت العالم موت العالم، عالم دین کی موت عالم کی موت ہے ہر زمانہ میں امت کی اصلاح و خیریت فلاح و بہبود علماء ہی کے ساتھ وابستہ رہی ہے جب بھی امت کے علماء قائدین نے اپنے عمل و کردار کا اچھا نمونہ پیش کیا اور اصلاح و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا ہے امت کے اندر خیریت و عافیت امن و سلامتی کے بادل چھا گئے اور باران رحمت کا سکینہ ان پر نازل ہونے لگا۔اور جب بھی امت کے رہنما نام نہاد علماء غفلت کی نیند سوئے، شہرت و جاہ کے طالب ہو کر اپنے منصب کو بھول بیٹھے اور امت کے سامنے برا نمونہ پیش کیا اسی وقت سے امت میں گمراہی عام ہو گئی فتنہ و فساد کی آگ سلگنے لگی لڑائی جھگڑے کے شعلے بھڑکنے لگے اور ان سب کی ذمہ داریہی جماعت علماء ہے۔اور یہی علماء اگر علماء خیر و علماء حق ہیں تو العلماء ورثة الانبیاء کا مصداق ہیں اور یہی علماء اگر علماء سوء و علماء شر ہیں تو صادق المصدوق نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق ساری مخلوق سے بدتر اور ضلوا فاضلوا کا مصداق ہیں۔
- اس وقت دینی مدارس بے شمار ہیں اور ہر مدرسہ سے فارغ ہونے والے علماء کی تعداد نا معلوم کتنی ہوتی ہوگی جس کے نتیجہ میں تو دنیا کے کسی کونے میں جہالت کا نام و نشان اور ضلالت و گمراہی کا وجود بھی نہ ہونا چاہیے تھا لیکن افسوس صد افسوس کہ اس وقت نام نہاد رہنماؤں کی حیثیت غثاء کغثاء السیل سے زیادہ نہیں۔وجہ اس کی یہ ہے کہ تعلیم و تعلم ایک رسم سی بن گئی ہے، دینی مدارس میں اصلاح و تربیت کوئی شعبہ نہیں ایک فیشن بن گیا ہے اور دوسری طرف تفریط کا یہ عالم کہ کتابوں کا صرف ترجمہ کر دینا بعض مدرسین کی عادت بن گئی ہے۔طلبہ کا حال یہ ہے کہ نہ تو مطالعہ کا اہتمام، نہ تکرار کی رغبت، درجہ میں بیٹھنا اور امتحان کی تیاری کر کے امتحان دینا، سند حاصل کر لینا ان کے لیے آسان مسئلہ ہے قطع نظر اس سے کہ آیا علمی و عملی استعداد و صلاحیت کس درجہ کی ہے لیکن اہل مدارس کو قرائت و عالمیت و فضیلت کی سند بہر حال دینا ہے۔

- حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل مدارس کو طلبہ کا انتخاب کرنا چاہئے اور ان میں جو اہل نظر ہیں انہیں کو پوری تعلیم اور سند فراغ دینی چاہئے مگر اب تو بلا یہ ہے کہ لوگوں کو انتساب کا جنون ہے کہ ہمارے یہاں سے اس سال اتنے آدمی فارغ ہوئے۔ اے صاحبو! طلبہ کا فارغ کرنا بہت عمدہ ہے مگر وہ پہلے اہل اللہ تو ہوں۔ واللہ کس قدر افسوس ہوتا ہے جب بعض فارغین کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ قرآن کے اعراب بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے حالانکہ اس پر اعراب لگے ہوئے ہیں وہ ان کو دیکھ کر بھی غلطی کرتے ہیں اور کتابوں کے اعراب تو وہ کیا خاک صحیح پڑھیں گے۔ بھلا ایسے نااہلوں کے فارغ کرنے سے کیا خوشی ہو سکتی ہے بجز اس کے کہ اپنے ذمہ خیانت کا وبال رہے اور کچھ نفع نہیں۔ صاحبو! مجھ کو سخت اندیشہ ہے کہ علماء سے خصوصاً اہل مدارس سے کہیں اسکی بازپرس خدا تعالٰی کے یہاں نہ ہو اس کی اصلاح کی جلد فکر کیجئے۔ (خطبات حکیم الامت)۔
- مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کو مدرسہ کی ظاہری حالت اور تعمیر کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ آپ کے رفیق قدیم حاجی عبدالرحمن نومسلم مرحوم کی سعی پر مولانا کی طبیعت کے خلاف دہلی کے بعض حضرات نے کچھ حجرے تعمیر کروا دیئے۔ مولانا واپس تشریف لائے تو سخت ناراض ہوئے مدت تک حاجی صاحب سے نہیں بولے اور فرمایا کہ اصل چیز تعلیم ہے کہ جب سے مدرسوں کی عمارت پکی ہوئی تعلیم کچی ہو گئی۔ (آپ بیتی)
- بعض مدارس کے حالات خراب ہونے کی اطلاع ملنے پر فرمایا کہ دینی مدارس پر آفت آرہی ہے، یہ سب خرابی ایسے ویسے پیسے کی ہے پہلے ایسا ویسا پیسہ نہیں تھا حلال اور اخلاص کی کمائی تھی اس کے اثرات اچھے ہوتے تھے فتنے نہیں ہوتے تھے اور اب وہ بات نہیں اس لئے فتنے رونما ہو رہے ہیں، پھر فرمایا کہ جس تقویٰ پر اکابر نے مدارس کی بنیاد رکھی بہت دن تک اس نے کام کیا بلائیں ٹلتی رہیں

اور جب اندرون مدرسہ سے تقویٰ جاتا رہا اس کے بعد بالمقابل دوسری چیزیں آ گئیں تو انہوں نے اپنا اثر کرنا شروع کر دیا۔(ملفوظات مفتی محمود حسن)

- جہاں تک راقم الحروف نے غور کیا، ہمارے انحطاط کا بنیادی سبب یہ ہے کہ رفتہ رفتہ دینی مداس کے تعلیم و تعلم کا یہ نظام ایک رسم بنتا جا رہا ہے، اور اس کا اصل مقصد نگاہوں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے، اگرچہ ہماری زبانوں پر یہی جملہ رہتا ہے کہ ہماری تمام کاوشوں کا مقصد اصلی دین کی خدمت ہے، لیکن بسا اوقات یہ گفتار ہی کی حد تک محدود رہتی ہے اور دل کی گہرائیوں میں جاگزیں نہیں ہوتی، اگر یہ مقصد واقعی ہمارے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہوتا تو اس کی لگن سے ہمارا کوئی لمحہ خالی نہ ہوتا، پھر ہمیں اپنے اسلاف کی طرح ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی کہ ہمارا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف تو نہیں، اور ہمارا طرز عمل خدمت دین اور اس کے مقصد کے لئے مفید ہو رہا ہے یا مضر؟ اس کے برعکس عملاً ہماری تمام تر توجہات دینی مدارس کے ظواہر پر مرکوز رہتی ہیں اور ان توجہات میں مقصد اصلی کی لگن کا کوئی عکس نظر نہیں آتا، عموماً منتظمین کے عملی مسائل یہ ہوتے ہیں کہ کس طرح مدرسے کی شہرت میں اضافہ ہو کس طرح اس میں طلبہ کی تعداد بڑھے؟ کسی طرح مشہور اساتذہ کو اپنے یہاں جمع کیا جائے؟ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ کس طرح عوام میں مدرسے اور اس کے اہل حل و عقد کی مقبولیت میں اضافہ ہو؟ ہمارا طرز عمل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ مدارس کے قیام سے ہمارے پیش نظر یہی بنیادی مقاصد ہیں جن کے حصول کی دھن میں ہمارے شب و روز صرف ہو رہے ہیں، چنانچہ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے بعض اوقات ایسے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں جو کسی طرح دین اور اہل دین کے شایان شان نہیں ہوتے، بلکہ بعض اوقات تو ان مقاصد کے لئے واضح طور پر ناجائز ذرائع کے استعمال میں بھی باک محسوس نہیں کیا جاتا، اور اگر کسی مدرسہ کو ان مقاصد میں فی الجملہ کامیابی حاصل ہو جائے تو یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ مقصد اصلی

حاصل ہو گیا، لیکن طلباء کی تعلیمی، اخلاقی اور دینی حالت کیسی ہے؟ ہم کس قسم کے افراد تیار کر کے اس سے معاشرے کی قیادت کے خواہش مند ہیں؟ اور فی الواقع ہماری جد وجہد سے دین کو کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے، ان سوالات پر غور کرنے اور ان کی تڑپ رکھنے والے رفتہ رفتہ مفقود ہوتے جارہے ہیں۔ اس صورت حال کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم ایک مرتبہ زبان سے اپنا مقصد اصلی خدمت دین کو قرار دینے کے بعد عملی زندگی میں اسے بھول جاتے ہیں اور اپنی کوششوں کا تمام تر محور ان ظواہر کو بنا لیتے ہیں جو یا تو شرعاً مطلوب ہی نہیں، یا اگر مطلوب ہیں تو اس شرط کے ساتھ کہ ان کو نیک نیتی سے مقصد کا محض ذریعہ قرار دیا جائے، خود مقصد نہ سمجھ لیا جائے۔[منظم مدارس]

- امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے اپنی سند کے ساتھ نبی ﷺ سے نقل کیا ہے

إِنَّ النَّاسِ لَكُمْ تَبَعٌ وَإِنَّ رِجَالًا يَأْتُوْ نَكُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّيْنِ فَإِذَا أَتَوْكُمْ فَاسْتَوْصُوا بِهِمْ خَيْرًا

رسول اللہ ﷺ نے براہ راست تو صحابہ کرام کو اور صحابہ کے توسط سے پھر ہر وارث رسول ﷺ کو جس کے پاس کتاب وسنت کا کوئی علم ہو یہ وصیت کی ہے کہ تمہارے پاس زمین کے کونے کونے سے لوگ آئیں گے علم دین حاصل کرنے کے لئے تو حضور ﷺ نے وصیت فرمائی کہ میری وصیت تم لوگوں کے لئے ان کے بارے میں خیر کی وصیت ہے۔ یعنی تم ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو۔

- حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: سب سے پہلی بات جو ہر مدرس اور ہر معلم کو ذہن میں رکھنی چاہئے وہ یہ کہ یہ طلبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہیں۔ دوسری بات یہ کہ یہ نعمت ایک امانت ہے استاذ کے پاس۔ اور اس امانت کا حق یہ ہے کہ جس کام کے لئے وہ آیا ہے۔ اور جس کام کے لئے آپ اس کو پڑھانے بیٹھے ہیں اس کا پورا پورا حق ادا

کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر بالفرض اس امانت میں کوتاہی ہو تو اس کوتاہی کا مطلب یہ ہے کہ یہ خیانت ہے اس طالبعلم کے ساتھ بھی، اس کے والدین کے ساتھ بھی، اس کے سرپرستوں کے ساتھ بھی، مدرسہ کے ساتھ بھی اور مدرسہ کے معاونین کے ساتھ بھی جو چندہ دے کر یہ چاہتے ہیں کہ یہاں پر دین کی صحیح تعلیم ہو۔

- اُبو الحسن ندوی رحمہ اللہ تعالی تنازع للبقاء اور بقائے اصلح کا قانون کے تحت فرماتے ہیں: کسی ادارہ کے قیام وبقا کے لیے یہی کافی نہیں کہ اس کے بنیادی مقاصد نہایت اہم اور ضروری ہیں، اس کی سابقہ خدمات نہایت شاندار ہیں، اور مستقبل میں اس کے بڑے اچھے ارادے اور نیک نیتیں ہیں۔ یہ زمانہ تنازع للبقاء کا ہے اور تنازع بھی صرف مادی وجسمانی نہیں، بلکہ ذہنی، اجتماعی اور اخلاقی تنازع بھی۔ خیالات وافکار، نظریات ورجحانات، نقطہائے نظر، حلقہائے فکر، مختلف اخلاقی فلسفے، مختلف اجتماعی مسلک مختلف سیاسی نظریے، مسلسل آویزش اور مقابلہ میں ہیں۔ زندگی میں اپنی شایان شان جگہ حاصل کرنے کے لیے زندہ اشخاص کو بھی اور بامقصد اداروں کو بھی سخت کشمکش اور جدوجہد کی ضرورت ہے، اور بقائے اصلح کا قانون ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی جاری ہے۔
- اجمالی طور پر حدیث شریف كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته کو پیش نظر رکھ کر نہایت دیانت وامانت اخلاص وللہیت بیدار مغزی وحوصلہ مندی، مستعدی وجانفشانی کے ساتھ دین متین کی خدمت کے مبارک جذبہ کے ساتھ مدارس کا نظام چلایا جائے۔

سوچیے اور جائزہ لیجیے

1. **طلبہ کی تعداد یا معیار؟ آپ کے ادارے کی ترجیح کیا ہے؟**

- ☐ تعداد
- ☐ معیار
- ☐ دونوں کا توازن
- ☐ جو آجائے قبول ہے

2. **مدرسہ کی شہرت کو بڑھانے کے لیے آپ کیا کرتے ہیں؟**

- ☐ تعلیمی معیار
- ☐ تشہیر و اشتہار
- ☐ صرف نتائج کا زور
- ☐ ظاہری ترقیات (بلڈنگ، طلبہ کی تعداد) اور بڑی بڑی تقریبات

3. **اگر ادارہ غیر معیاری داخلے قبول کرے، تو منتظمین کو اپنے ضمیر کے سامنے کیا جواب دینا ہوگا؟**

- ☐ ہمارا مقصد صرف سند دینا ہے
- ☐ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس ہونا چاہیے
- ☐ ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں
- ☐ عوام کا مطالبہ پورا کرنا کافی ہے

4. **رواں طالب علم کو داخلہ دینے سے پہلے کس چیز کو ترجیح دینی چاہیے؟**

- ☐ صرف پچھلے تعلیمی سال کا مکمل ہونا
- ☐ کسی مشہور ادارے یا خاندان سے ہونا
- ☐ طالب علم کی اہلیت، اخلاص، اور قابلیت کو پرکھنا
- ☐ امیر باپ کا بیٹا ہونا

5. دینی مدارس کی عمارتیں اچھی ہوں، مگر تعلیم کمزور ہو، تو منفی نتیجہ کیا ہوگا؟

- ☐ طلبہ خوش رہیں گے
- ☐ تعلیم رسمی بن جائے گی
- ☐ داخلے زیادہ ہوں گے
- ☐ عوام زیادہ چندہ دیں گے

6. دینی اداروں میں طلبہ کا اصل مقام کس بنیاد پر طے ہونا چاہیے؟

- ☐ سفارش پر
- ☐ صرف امتحان میں کامیابی پر
- ☐ فکری، اخلاقی، اور علمی اہلیت پر
- ☐ ذاتی تعلقات اور چندے پر

7. کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ کی روشنی میں ایک منتظم کا کردار کیا ہونا چاہیے؟

- ☐ اپنی مشہوری پر توجہ دینا
- ☐ ذاتی ترجیحات کو اول رکھنا
- ☐ ادارہ کو دیانت واخلاص سے چلانا
- ☐ انتظامی سہولت کو مقدم رکھنا

اگر آپ کو محسوس ہو کہ آپ کے ادارے میں داخلے کے وقت طلبہ کے انتخاب میں اہلیت کا معیار نہیں دیکھا جا رہا، تو آپ کیا کریں گے؟

نشست برائے
سوال و جواب

❖ **سوال:** کیا کسی خاص معیار کے مطابق طلبہ کو داخلہ دینا کتمان علم میں نہیں آتا؟

- **جواب:** سوال میں جس حدیث کی طرف اشارہ ہے، اس میں صحیح الجامع کی روایت نمبر 6517 کے مطابق عن اهله کا اضافہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتمان علم کی وعید تب ہے جب ایک اہل اور قابل سے علم کو مخفی رکھا جائے۔

❖ **سوال:** ایک طالب علم جو کسی وجہ سے مطلوبہ صفات کا حامل نہیں ہو پا رہا، اگر اس کا اخراج کر دیا جائے تو باہر کے غلط ماحول میں جانے سے مدرسے میں ہی رہنا زیادہ بہتر نہیں؟ کم از کم اچھے ماحول میں تو رہے گا۔

- **جواب:** آپ کے سوال کے مطابق حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول اسی جیسا تحفۃ العلماء میں لکھا ہے کہ علمی کمال اور استعداد نہ ہونے کے باوجود مدرسہ میں پڑا رہنا انگریزی، وکالت، بیرسٹری سے بہتر ہے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر اس قول سے یہی مراد لی جائے جو آپ نے سوال میں لی ہے تو پھر:

۱۔ اس مذاکرہ میں حضرت تھانوی اور دیگر اسلاف کے فرامین جو نقل کئے گئے کہ ایسا کرنا، خیانت ہے، قیامت کے دن سوال ہوگا، ایسے افراد کو تفصیلی علم نہ سکھلایا جائے، مدرسہ کا مال ان کے لئے ٹھیک نہیں وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔ان سب فرامین کی پھر کیا تاویل کیا جائے؟

۲۔ اگر ایسے طالب علم کو مدرسہ میں ہی پڑا رہنے دیا جائے تو یہ اس کی اپنی ذات، اس کے والدین اور متعلقین اور ساری امت مسلمہ کے ساتھ خیانت اور دھوکہ ہے، کیونکہ جو کام نیابت کے طور پر اس کو سپرد کیا گیا تھا، یہ اس میں سستی کر رہا ہے۔

۳۔ مدرسے میں موصول ہونے والے اُموال کیا ایسوں کے لئے حلال ہوں گے؟

۴۔ جب ایسا فرد فاضل ہو جائے گا تو کیا اس کو عالم، مولوی، مولانا نہیں کہا جائے گا اور کیا ان کو مقتدا نہیں سمجھا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ کہا جائے گا تو کیا یہ انبیاء کے مشن کی توہین نہیں کہ ان کے ایسے ورثاء منتخب کئے گئے جن کی وجہ سے امت، دین سے متنفر ہو جائے۔

۵۔ مدرسہ دراصل کوئی یتیم خانہ یا مسافر خانہ نہیں ، نہ ہی کوئی باقاعدہ خانقاہ ہے بلکہ یہ جگہ ظاھراً، اور باطناً، انبیاء کے وارث بنانے کی جگہیں ہیں۔ اب جو اس کا اہل نہیں ہے اور باہر کے ماحول سے بھی بچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے صحیح جگہ ایک خانقاہ، تبلیغ کی جماعات، پیر و مرشد سے اصلاحی تعلق وغیرہ ہے۔

٦۔ یہ نوجوانی اللہ تعالی نے صرف کہیں جا کر پڑے رہنے کے لئے نہیں دی ہے بلکہ قیامت کے دن عمر کے بارے میں سوال ہو گا۔

❖ **سوال:** قدرت کا قانون یہ ہے کہ تمام افراد ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ مختلف اہلیتیں ہوتی ہیں، پھر آپ جب داخلہ کی معیار کی بات کرتے ہیں تو یہ سب کو ایک جیسا سمجھنے کے مترادف معلوم ہوتا ہے؟ کیونکہ ایسے لگتا ہے کہ آپ داخلہ کا معیار مقرر کر کے سب خواہشمند طلبہ کو یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ اس معیار پر پورے اترو، اگر داخلہ لینا ہے، جبکہ قدرت نے سب کو ایک جیسا بنایا ہی نہیں ہے۔

- **جواب:** آپ کا سوال بہت اچھا ہے۔ لیکن میں بھی تو یہی عرض کر رہا ہوں کہ کیونکہ تمام افراد ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ مختلف اہلیتیں ہوتی ہیں اس لئے جس میں جو اہلیت ہے اسی کے مطابق اس کو چلاو، حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ جس میں علم دین تفصیلی طور پر سیکھنے کی اہلیت نہیں ہے اس کو علم سکھانا، ظلم ہے۔ وہ اس کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا۔ چاہے اس کو جتنا بھی شوق ہو عالم بننے کا۔ اب جو اس معیار پر پورا نہیں اترے گا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ناکام ہے یا سست ہے وغیرہ، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں کے لئے پیدا نہیں ہوا۔

❖ **سوال:** حدیث مبارکہ میں تو آنے والے طالب علم کو مرحبا مرحبا کہا گیا ہے، آپ اخراج کی ترغیب دے رہے ہیں؟

- **جواب:** پہلے اس بات کا تعین کر لینا چاہیئے کہ مرحبا مرحبا فرض کفایہ کے امیدوار کو کہا گیا تھا یا فرض عین والے کو؟ ظاہر ہے کہ حدیث میں اس کی وضاحت نہیں ہے بلکہ عموم ہے۔ لیکن آپ کا سوال تو اس کو فرض کفایہ کے امیدوار کے لئے مقید کرنے پر دلالت کر رہا ہے۔ لہذا مرحبا مرحبا کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی علم سیکھنے آئے چاہے فرض عین والا یا فرض کفایہ والا، اس کا استقبال کیا جائے اور تکریم کی جائے۔ اور اس سے بہتر تکریم کیا ہو سکتی ہے کہ جس میں اہلیت نہ ہو اسے انتہائی خوش اخلاقی اور خوش اسلوبی سے واپس بھیج دیا جائے، یا دیگر مختصر دینی نصابات پڑھا کر تشکیل کر دی جائے۔ ورنہ غیر اہل کو مرحبا مرحبا کہہ کر تفصیلی علم پڑھانا تو اکابرین کے اقوال کے مطابق ایک طرح سے ظلم ہے۔

❖ **سوال:** اگر کسی طالب علم کو کسی مذکورہ صفات کے معدوم ہونے کی وجہ سے نکال دیا گیا تو کیا اس طرح وہ ضائع نہیں ہو جائے گا، وہ خود اور اسکے والدین کے لئے بھی پریشانی ہو گی؟

- **جواب:** ضائع ہونا کس کو کہتے ہیں؟؟۔ اس کی تعیین کر لی جائے پہلے۔ ورنہ آپ کے ہاں ضائع ہونے کا مطلب کوئی اور ہو گا، میرے ہاں کوئی اور ہو گا۔ ضائع ہونا تو اس کا مدرسے میں فضول پڑا رہنا ہے، نہ محنت کرنا، نہ ادب، نہ پابندی۔ کچھ محنتی بھی ہوتے ہیں لیکن ان میں سے بعض کے اندر طبعا قابلیت نہیں تو ان کو بھی ایسا نصاب پڑھانا، ان کو حقیقت میں ضائع کرنا ہے۔ تفصیل کے لئے آپ نبی کریم ﷺ کا اُسلوبِ انتخاب اور اُسلوبِ تعلیم کے عنوان کا مطالعہ کر لیں۔

❖ **سوال:** جب ایک نوجوان تبلیغی جماعت میں جاتا ہے، اس کا دل کرتا ہے کہ وہ بھی عالم بنے۔ وہ اپنا شوق کیسے پورا کر سکتا ہے اگر مدارس میں اس کو داخلہ ہی نہ دیا جائے؟

- **جواب:** عالم بننا صرف شوق کا کام نہیں ہے۔ ذمہ داری کا کام ہے۔ہاں شوق کے لئے مختصر دینی نصابات موجود ہیں۔ان پر اکتفاء کرنا زیادہ مناسب ہے۔

❖ **سوال:** حدیث میں آتا ہے کہ انما تنصرون بضعفائکم۔ جبکہ آپ تو کمزوروں کی تشکیل واخراج کی بات فرما رہے ہیں؟

- **جواب:** پہلے اس کا تعین کر لیا جائے کہ کیا ایسے کمزوروں کا علم سیکھ کر ہی مدد کا ذریعہ بننے کا ذکر حدیث میں آیا ہے یا بغیر سیکھے بھی ایسے حضرات اہل علم اور مدارس کے لئے مدد کا سبب بن سکتے ہیں۔ باقی آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے کمزوروں کی تشکیل اور اخراج کی بات نہیں کی، بلکہ کام چوروں اور نااہلوں کے اخراج کی بات کی ہے۔اور یہ بھی میں نے اپنے پاس سے نہیں کی ۔آپ نے دیکھ لیا سب کچھ الحمد للہ ہمارے بڑے کتابوں میں لکھ گئے ہیں۔یہ بھی یاد رکھیں کہ حدیث میں کمزوروں کی بات ہوئی ہے، جبکہ ہم اس موضوع میں ان کے اخراج کی بات کر رہے ہیں جو اہل ہی نہیں ہیں یا اہل تو ہیں لیکن کام چور ہیں۔۔ باقی ایسے کمزور جو طبعاً کمزور ہیں مثلاً ان کی سمجھ اور فہم بہت ضعیف ہے۔ جس میں کسی ترقی اور اضافے کا بھی کوئی امکان نہیں ہے، اور یقینی طور پر اہل نہیں ہیں درس نظامی کے توان کی تشکیل واقعتاً ضروری ہے، کیونکہ اگر یہ یہاں کمزور ہیں تو کسی اور میدان یا اہلیت میں ضرور طاقتور شیر ہوں گے۔ لہذا جس میدان کے لئے اللہ نے ان کو شیر بنایا ہے ہمیں ایسوں کو وہیں بھیجنا ہے۔ اسی سے پھر یہ لوگ ساری امت کے لئے مدد کا سبب بن جائیں گے۔

❖ **سوال:** آپ نے نیت اور مقصد، دونوں کو الگ الگ ذکر فرمایا ہے، کیا یہ دونوں ایک ہی نہیں ہیں؟

- **جواب:** نہیں۔۔۔نیت تمام نیک کاموں میں اللہ کی رضا ہونی چاہئے۔ لیکن مقصد کا مطلب ہے کہ آپ یہ اللہ کی رضا کس خاص راستے اور طریقے سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔۔۔اب ہر کام کا مقصد

الگ ہوتا ہے اور الگ ہونا بھی چاہئے۔ میں نے پہلے حضرت تھانوی رحمہ اللہ، اَبوالحسن ندوی رحمہ اللہ، نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ، اور دیگر حضرات کے اقوال ذکر کئے تھے کہ عالم بننے کا سب سے صحیح، مدلل، جامع اور ٹھوس مقصد نیابت انبیاء ہے یعنی العلماء ورثۃ الانبیاء۔۔۔۔ باقی صرف وصرف نماز ٹھیک ہونا، اخلاق درست ہونا، اصلاح ہونا وغیرہ یہ سب کام تو خانقاہ اور تبلیغ میں بھی ہوتے ہیں اور یہ صرف کسی عالم کے ساتھ خاص نہیں، غیر عالم کے لئے بھی ضروری ہیں ۔۔۔۔۔۔۔اب کیونکہ مدرسہ میں ورثاء تیار ہوں گے تو ان کا ظاھر اور باطن نبی جیسا ہونا لازمی درجہ کی ہی بات ہے۔۔لہذا اصل مقصد تو علم ہی ہے، اور اس علم ہی کا تقاضا ہے کہ طالب علم کا ظاھر باطن نبی کی تعلیمات کے مطابق ہو، جس میں نماز، اخلاق، اچھی صفات وغیرہ کا اہتمام انتہائی ضروری ہے۔ علم کے علاوہ باقی صفات کو مدارس کا اصل مقصد بنانے سے بڑا حرج واقع ہو گا اور ہو رہا ہے۔

❖ **سوال:** بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اساتذہ کو کمزور طلبہ کی رعایت کرنی چاہیئے، کیا کسی کمزور کا اخراج کر دینا رعایت کے منافی نہیں؟

- **جواب:** جہاں یہ لکھا ہے اس سے مراد وہ کمزور ہیں جو کم از کم قابل اور اہل تو ہیں لیکن باقیوں کی بنسبت کچھ کمزور ہیں۔

❖ **سوال:** آپ نے جن صفات کا ذکر فرمایا ہے یہ تو ایک عالم میں دیکھنے کی چیز ہے، ایک پہلے دن کے طالب علم میں ڈھونڈنا تو ٹھیک بات نہیں ہے؟

- **جواب:** جی یہ صفات ہمارے حضرات اکابرین رحمھم اللہ کی طرف سے اسی طرح ہمیں پہنچی ہیں، جن کا ہم صبح وشام اپنے ممبر ومحراب، جلسوں اور سٹیجوں سے انتہائی فخریہ انداز میں نام لیوا ہیں، ان کی حکمت، بصیرت، تجربہ، تقوی، علم گویا ہر خوبی میں وہ ہم سے بہتر ہیں لہذا، ہمیں ہر گز یہ زیب

نہیں دیتا کہ عوام الناس کو بڑوں کی اتباع کا حکم کریں اور ان کے قصے سنائیں جبکہ خود عمل نہ کریں ۔۔۔۔ دوسری بات یہ ہے مدرسین کا فرض ہے کہ مختلف جائزوں سے ادراک کرنے کی کوشش کریں کہ اگر محنت سے ان امیدواروں میں مطلوبہ صفات کی کوشش کی جائے تو کیا طالب علم معیار پر پورا آئے گا یا نہیں، اگر ممکن معلوم ہوتا ہو تو داخلہ دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن درج کی گئی حکمت عملی کے باوجود صفات حاصل نہیں ہو رہیں تو تشکیل ہی حل ہے۔ یہ ہر گز ضروری نہیں کہ یہ صفات ہر آنے والے طالب علم میں ابتدائی طور پر موجود ہوں لیکن فرض کفایہ علم کے لئے ایک فرد کو منتخب کر لینے کے بعد یہ ضروری ہے کہ تدریجا مذکورہ صفات اس میں ظاہر ہونے لگیں اور اگر قرائن سے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص مطلوبہ صفات کا حامل نہیں ہو سکے گا یا نہیں ہو رہا تو زیادہ تاخیر کئے بغیر تشکیل کر دی جائے۔

سوچیے اور جائزہ لیجیے

📌 اب تک کے ہر باب سے متعلق تمام مشقوں میں آپ نے جو جوابات منتخب کیے، ان کی روشنی میں اپنے ادارے کے نظام، اپنے طرزِ عمل، اور داخلہ حکمت عملی کا ایک مختصر جائزہ ضرور تحریر کریں۔

📌 مکمل کتاب کے مطالعہ کے بعد منتخب جوابات میں جہاں مزید بہتری کا امکان ہو، وہاں جوابات کی اصلاح کریں۔

📌 یہ عملی مشقیں کسی کو دکھانے کے لیے نہیں بلکہ آپ کی ذاتی اصلاح اور ادارہ جاتی بہتری کے لیے ہیں۔

اس کتاب کی روشنی میں آپ اپنے ادارے میں کیا عملی قدم اُٹھانا چاہیں گے؟

مصادر اور مراجع

مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت	مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ
نصاب و نظام تعلیم	مقالات از مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ
رسالۃ آداب المعلمین	امام ابن سحون
وفاق المدارس کی 60 سالہ تاریخ	مولانا ابن الحسن عباسی رحمہ اللہ
مدارس اسلامیہ، ضرورت، اہمیت، مقاصد	أبو الحسن ندوی رحمہ اللہ
تجدید تعلیم و تبلیغ	عبد الباری ندوی رحمہ اللہ
تحفۃ المدارس	مولانا محمد اسحاق ملتانی
مدارس کے لئے نظام تعلیم و تربیت	مولانا قاری حنیف جالندھری
الرسول المعلم و أسالیبہ في التعلیم	الشیخ عبد الفتاح أبو غدۃ
الرسول والعلم	شیخ یوسف القرضاوی رحمہ اللہ
تحفۃ العلماء	اِفادات از اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
منظم مدارس	مرتب: مفتی رفیع الدین قاسمی
تعلیم المتعلم طریق التعلم	امام برھان الاسلام الزرنوجی رحمہ اللہ
التربیۃ عند الامام الشاطبیؒ	شیخ یوسف القرضاوی رحمہ اللہ
آداب طالب علم	مفتی عبد الروف سکھروی رحمہ اللہ
رموز تدریس و تربیت	اِفادات اکابر
جامع بیان العلم وفضلہ	شیخ یوسف بن عبد البر رحمہ اللہ

کتاب الجامع لآداب الرّاوي والسامع	للخطیب البغدادي
فی فقہ الاولویات	الشیخ یوسف القرضاوی
قیمۃ الزمن عند العلماء	الشیخ عبد الفتاح أبو غدۃ
پا جا سراغ زندگی	أبو الحسن ندوی
میر کارواں	نافع پاکستان
نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی
معلم اعظم ﷺ	شیخ جہانگیر محمود

تاثرات و آراء

ہم کتاب سے متعلق آپ کے خیالات اور تاثرات جاننا چاہتے ہیں! آپ اپنی رائے درج ذیل ای میل یا واٹس ایپ نمبر پر بھیج سکتے ہیں:

Email: ifepstudies@gmail.com

: +92 331 5123 450